عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۱۲ تا ۱۹ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ ستمبر ۲۰۱۸ء | شمارہ: ۳۶

قادیانیوں کی پاکستان کے لیے "خدمات"

اسلام میں رسول کا تصوّر

قادیانیت کا اصلی چہرہ

عروج وزوال تاریخ سے سبق

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

محلّہ کی مسجد کا حق

س:...... ہمارے محلّہ کی مسجد چھوٹی ہے، مگر ہمارے قریبی محلّہ کی مسجد بڑی ہے اور جامع مسجد ہے اور بڑی مسجد یا جامع مسجد میں نماز کا ثواب زیادہ ہوتا ہے، تو کیا اس نیت سے محلّہ کی مسجد چھوڑ کر جامع مسجد میں جا کر نماز پڑھنا صحیح ہوگا؟

ج:...... اپنے محلّہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے اور اس میں نماز پڑھنا افضل ہے، کیونکہ اس کو چھوڑ کر جانے سے نمازیوں کی کمی ہوجائے گی لیکن اگر محلّہ کی مسجد نمازیوں سے بھر جاتی ہے اور مزید جگہ نہیں بچتی تو پھر ثواب کی نیت سے دوسری مسجد میں جانا صحیح ہوگا، ایسی صورت میں ثواب بھی زیادہ ملے گا۔

”رجل لہ مسجد حیی فی محلة فحضر المسجد الجامع لکثرة جماعته فالصلوة فی مسجده افضل قل اهل مسجده او کثر ولا ن لمسجده حقاً علیه ولیس لذلک المسجد حق فلم یقع التعارض لیترجح علی مسجده بالجمع۔“

(الولوالجیۃ، ص:۵۵، ج:۱)

قربانی کے جانور میں عقیقہ کی نیت

س:...... قربانی کے جانور میں اگر عقیقہ کی نیت کی جائے تو کیا لڑکے کے لئے دو حصے کرنے ہوں گے؟

ج:...... قربانی کے جانور میں عقیقہ کی نیت کر سکتے ہیں، ایک حصہ بھی کافی ہے، لڑکے کی طرف سے دو حصے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی کرنا چاہے تو دو حصے کی نیت بھی کر سکتا ہے۔

قسم توڑنے کا کفارہ

س:...... قسم توڑنے کا کفارہ کیا ہے؟ کیا کفارہ دینے سے گناہ بھی معاف ہوجاتا ہے یا اور اگر کوئی جھوٹ میں کہہ دے کہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے؟ تو کیا اس طرح بھی قسم ہوگئی اور اس کا کفارہ بھی دینا ہوگا؟

ج:...... قسم توڑنے کا کفارہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا یا درمیانے درجہ کے سوٹ دینا۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے مسلسل روزے رکھنا۔ اگر کسی نے قسم نہیں کھائی اور جھوٹ کہا تو اس سے قسم نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی گناہ ہوگا۔ ہاں جھوٹ بولنے کا گناہ ہوگا، توبہ و استغفار لازم ہے۔ قسم توڑنے کی وجہ سے بطور سزا کفارہ لازم ہوتا ہے تاکہ آئندہ کے لئے اللہ کے نام کی عظمت پیش نظر رہے اور قسم توڑنے سے اجتناب کیا جائے۔ قسم توڑنے کا گناہ اپنی جگہ ہے اس کے لئے توبہ و استغفار کرنا بھی ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

جلد:۳۷ | ۱۲تا۱۹ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ ستمبر ۲۰۱۸ء | شمارہ:۳۶

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

وزیر اعظم جناب عمران خان کا دانشمندانہ اقدام!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
اسلام میں رسول کا تصور	۷	مولانا بدر عالم میرٹھیؒ
عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت	۱۱	مولانا محمد جہان یعقوب
مغربی شرپسندوں کی شرانگیزی....	۱۴	جناب خالد محمود صاحب
عروج و زوال کی تاریخ سے سبق	۱۷	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
قادیانیت کا اصل چہرہ	۲۱	مولانا توصیف احمد
مولانا شجاع آبادی کے تبلیغی اسفار	۲۳	ادارہ
۷ر ستمبر یوم ختم نبوت ریلی، نورنگ	۲۵	مولانا محمد ابراہیم ادہمی

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۷۸۳۴۸۶-۰۶۱
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

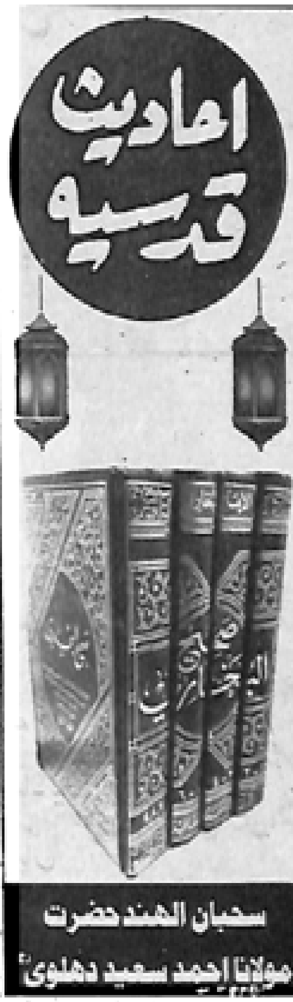

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کا ثواب

حدیث قدسی ۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا عرش الٰہی سے پکارے گا: اے امت محمدیہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے حقوق تمہاری جانب تھے وہ میں نے تم کو ہبہ کردیئے، اب تمہارے باہمی حقوق رہ گئے ہیں، ان کو تم ایک دوسرے کو معاف کردو اور میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ۔ (ابراہیم المقری فی البقرہ)

حدیث قدسی ۷: حضرت اُم ہانیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں، ایک پکارنے والا پکارے گا: اے اہل توحید! آپس میں ایک دوسرے کو معاف کردو اور اس کا بدلہ میرے ذمہ ہے۔ (طبرانی)

یعنی اگر کوئی اپنا حق معاف کردے گا تو میں اس کو ثواب دوں گا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر

حدیث قدسی ۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی ذریعت کو پیدا کیا تو فرشتوں نے عرض کیا: اے رب! تو نے اس مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ یہ مخلوق کھائے گی، پیئے گی، نکاح کرے گی، سوار ہوگی تو اے خدا! ان کے لئے صرف دنیا ہی کردے اور ہمارے لئے صرف آخرت کردے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس مخلوق کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور جس میں میں نے اپنی روح پھونکی ہے، اس مخلوق کو اس مخلوق کی مثل نہیں کروں گا جن کو میں نے کہا ہوا اور وہ ہوگئی۔ (بیہقی)

یعنی فرشتوں نے جب دیکھا کہ انسان کھانے پینے وغیرہ کا محتاج ہے تو اس تقسیم کا مطالبہ کیا، اللہ تعالیٰ نے انسان کی شرافت کا ان پر اظہار کیا کہ اس کو میں نے اپنی قدرت کے ہاتھوں سے بنایا ہے یعنی صفت جلال و جمال دونوں کا مظہر ہے پھر اس میں اپنی روح پھونکی ہے۔ یعنی اپنی خاص صفات سے اس کو ممتاز کیا ہے یہ آخرت اور دنیا دونوں کا حقدار ہے اور تم عام مخلوق کی طرح لفظ کن سے پیدا ہوئے ہو کہ جب ہم نے کہا: ''کن فکان'' یعنی پیدا ہو وہ ہوگئی۔

جماعت کی نماز میں شامل ہونے کے طریقے

س:...... جو شخص امام صاحب کے پیچھے نماز شروع ہونے سے پہلے پہنچ چکا ہو اور شروع سے اخیر تک امام صاحب کے ساتھ ان کی اقتدا میں نماز میں شامل ہو ایسے شخص کو اصطلاح میں کیا کہتے ہیں اور اُسے کس طرح امام کی اقتدا کرنی چاہئے؟

ج:...... ایسے شخص کو فقہی اصطلاح میں ''مدرک'' کہا جاتا ہے، چاہے وہ تکبیر تحریمہ کے وقت میں شامل ہوا ہو یا پہلی رکعت میں رکوع تک کسی جزو میں امام صاحب کے ساتھ شامل ہوچکا ہو۔ ایسے تمام نمازیوں کو مدرک کہتے ہیں جو امام صاحب کے ساتھ نماز کی تکمیل پر سلام پھیرتے ہوئے اپنی نماز کو مکمل کرلیتے ہیں ان کی نماز کا طریقہ امام کی اقتدا میں اس طرح ہے کہ اگر یہ امام کی اقتدا میں تکبیر تحریمہ کہنے کے وقت موجود تھے تو امام کے پیچھے صفوں میں کھڑے ہوجائیں اور جب امام صاحب تکبیر تحریمہ کہہ چکیں تو یہ اپنی تکبیر تحریمہ کہیں اس طرح ان کی امام کی اقتدا شروع ہوجاتی ہے، پھر یہ اپنی ثنا خاموشی کے ساتھ یعنی پوری ''سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک'' پڑھتے ہیں اور امام صاحب اپنی پوری ''سبحانک اللّٰھم وبحمدک الخ'' پڑھتے ہیں، مقتدی حضرات تو اپنی پوری ''سبحانک اللّٰھم'' پڑھ کر خاموش ہوجاتے ہیں اور امام صاحب خاموشی سے اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۂ فاتحہ اگر جہری نماز ہو تو بلند آواز سے اور اگر سری نماز ہو تو آہستہ سے پڑھنا شروع کردیتے ہیں، سورۂ فاتحہ مکمل کرلینے کے بعد وہ قرآن میں سے کسی حصے کی تلاوت کرتے ہیں سورۂ فاتحہ اور قرآن کے کسی حصے کی تلاوت کو اصطلاح میں قرأت کہتے ہیں۔ اس پوری قرأت کے دوران چاہے سری نماز ہو یا جہری نماز ہو مقتدیوں تک آواز پہنچ رہی ہو یا نہ پہنچ رہی ہو مقتدی مکمل طور پر خاموشی اختیار کئے رہتے ہیں، اس لئے کہ ایک حدیث کے مطابق امام کی قرأت مقتدیوں کے لئے بھی ہوتی ہے۔ (فتح الباری:۱)

ادار یہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

وزیر اعظم عمران خان کا دانشمندانہ اقدام!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

تحریک انصاف کے چیئرمین اور موجودہ وزیر اعظم جناب عمران خان صاحب نے الیکشن مہم میں تحفظ ختم نبوت اور مدینہ منورہ جیسی اسلامی ریاست کی طرح پاکستان کو چلانے کے لئے ووٹ مانگے۔عوام نے ان پر اعتماد کیا، اور وہ کامیاب ہو کر حکومت بنا چکے ہیں۔حکومت بناتے ہی انہوں نے ۱۸ رکنی اکنامک ایڈوائزری کا اعلان کیا جس میں اسلام سے مرتد ہو کر قادیانیت قبول کرنے والے ایک عاطف میاں نامی شخص کا نام بھی شامل تھا۔یہ وہی شخص ہے جس کے بارہ میں جناب عمران خان صاحب نے گزشتہ سالوں میں دھرنے کے دوران اعلان کیا کہ وہ جب حکومت میں آئیں گے تو ''عاطف میاں'' کو وزیر خزانہ بنائیں گے، جب ان کو بتایا گیا کہ وہ تو قادیانی ہے تو انہوں نے ایک انٹرویو کے دوران کہا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ قادیانی ہے۔اب جب ان کو ایڈوائزری کونسل میں شامل کیا تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کو کھٹکا ہوا کہ قادیانی ایک بار پھر اس حکومت کے ذریعے اپنا ایجنڈا پاکستانیوں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اس کے خلاف بھرپور تحریک چلائی اور الحمدللہ! وزیر اعظم نے ان کو اس ایڈوائزری کونسل سے خارج کر دیا۔قادیانیوں اور ان کے ایجنٹوں کو بڑی تکلیف ہوئی تو انہوں نے وزیر اطلاعات کے ذریعے صحافی بھائیوں کے منہ میں ایک بات ڈال دی کہ کیا اقلیتوں کے حقوق نہیں؟ ہم نے جواب دیا کہ یہ مسئلہ اقلیتوں کا نہیں۔اقلیتوں کے حقوق محفوظ ہیں اور وہ مملکتی نظام میں شریک ہوتے ہیں، ان پر کسی کو کبھی بھی کوئی اعتراض نہیں ہوا، مسئلہ یہ ہے کہ قادیانی آئین کے باغی ہیں اور اپنے آپ کو اقلیتوں میں نہیں مانتے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ قادیانی جب بھی کسی عہدہ پر آتے ہیں تو وہ ملکی سلامتی کے خلاف کام کرتے ہیں۔اس پر حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اپنے مضمون قادیانیوں کی پاکستان کے لئے ''خدمات'' کے عنوان سے اس پر روشنی ڈالی ہے، اس کو ملاحظہ فرمائیں:

> ''وزیر اعظم عمران خان نے ملک کے اقتصادی و معاشی معاملات کے حوالہ سے جو ایڈوائزری کونسل قائم کی ہے اس میں عاطف میاں کی شمولیت پر سوشل میڈیا میں بحث چھڑ گئی ہے کہ وہ مبینہ طور پر قادیانی ہیں اور مرزا قادیانی کے خاندان کے ساتھ ان کا تعلق بھی بتایا جاتا ہے، اس لئے اس کونسل میں ان کی شمولیت درست نہیں ہے اور وزیر اعظم سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ان کا نام کونسل سے خارج کر دیں۔اس پر بعض حلقوں کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ مذہبی انتہا پسندی کا بے جا اظہار ہے اور مطالبہ کرنے والوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ ان کے خیال میں قادیانی اس ملک کے شہری ہیں اور ملک کے نظام میں شرکت ان کا بھی حق ہے۔ہم اس سلسلہ میں جذباتی فضا سے ہٹ کر زمینی حقائق کے حوالہ سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ آخر ملک کے دینی حلقوں کو کسی قادیانی کے کسی منصب پر فائز ہونے پر کیوں اعتراض ہوتا ہے اور وہ کسی بھی حوالہ سے اس گروہ کے کسی فرد کو برداشت کرنے کے لئے تیار کیوں نہیں ہیں؟
>
> پاکستان بننے کے بعد چودھری ظفر اللہ خان ملک کے وزیر خارجہ اور جوگندر ناتھ منڈل وزیر قانون بنے تھے۔اول الذکر قادیانی اور دوسرے ہندو تھے۔غور طلب بات یہ ہے کہ ان میں سے صرف ظفر اللہ خان کو کابینہ میں شامل کرنے پر احتجاج کیا گیا

اور ملک کے تمام دینی مکاتب فکر نے متفقہ طور پر ان کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ اور یہ مطالبہ ظفر اللہ خان کے وزیر خارجہ بنتے ہی نہیں بلکہ اس کے پانچ سال بعد ۱۹۵۳ء میں کیا گیا جبکہ ہندو وزیر قانون کے خلاف نہ کوئی مہم چلی اور نہ ہی ان کی برطرفی کا کسی نے مطالبہ کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بات مسلمان یا غیر مسلم کی نہیں بلکہ متعلقہ گروہ اور فرد کے طرز عمل کی ہے جس نے لوگوں کو اس مطالبہ پر مجبور کر دیا۔ چودھری ظفر اللہ خان کا یہ کردار اس سے قبل ریکارڈ پر آ چکا تھا کہ انہوں نے قیام پاکستان کے وقت پنجاب کی تقسیم کی حدود طے کرنے والے ریڈکلف کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کی نمائندگی کی، مگر ضلع گورداسپور کے حوالہ سے جہاں قادیانیوں کی اچھی خاصی تعداد آباد تھی ان کا کیس مسلم لیگ کے موقف سے ہٹ کر الگ پیش کیا، جس سے یہ ضلع غیر مسلم اقلیت کا ضلع قرار پا کر بھارت میں شامل ہو گیا اور اسی سے ہندوستان کو کشمیر میں دخل اندازی کا راستہ ملا۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کی جماعت کے امیر مرزا بشیر الدین محمود کی ہدایت ہے کہ قادیانیوں کا کیس مسلمانوں سے الگ پیش کیا جائے، اس لئے وہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود انہیں وزیر خارجہ کے طور پر کافی عرصہ برداشت کیا گیا مگر جب یہ رپورٹیں عام ہونے لگیں کہ مختلف ممالک میں ان کے زیر سایہ پاکستان کے سفارت خانے قادیانیوں کی تبلیغ اور سرگرمیوں کا مرکز بنتے جا رہے ہیں تو ان کے اس طرز عمل کو برداشت نہ کرتے ہوئے ۱۹۵۳ء میں ان کی برطرفی کا مطالبہ کیا گیا۔ اس دوران یہ واقعہ بھی ہوا جس نے اشتعال میں اضافہ کیا کہ کراچی کی قادیانی جماعت نے ایک پبلک جلسہ میں ظفر اللہ خان کے خطاب کا اعلان کیا تو وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے انہیں روکا کہ وہ اس جلسہ سے وزیر خارجہ کی حیثیت سے خطاب نہ کریں۔ جسٹس منیر انکوائری کمیشن کی رپورٹ کے مطابق چودھری ظفر اللہ خان نے وزیر اعظم سے کہا کہ: وہ اپنے منصب سے استعفیٰ دے سکتے ہیں مگر جلسہ سے خطاب ضرور کریں گے اور انہوں نے جلسہ سے خطاب کیا۔

اس کے بعد جنرل یحییٰ خان کے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے ایم ایم احمد کو ملک کی اقتصادی کمیشن کا ڈپٹی چیئرمین بنایا گیا اور وہ جنرل یحییٰ خان کے معتمد ترین افسر سمجھے جاتے تھے۔ مگر ان کے بارے میں مشرقی پاکستان سے قومی اسمبلی کے رکن مولوی فرید احمد مرحوم اور دیگر ذمہ دار حضرات نے کھلم کھلا یہ کہا کہ وہ مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کے درمیان معاشی اور سیاسی دونوں حوالوں سے خلیج بڑھانے کا باعث بن رہے ہیں جبکہ بہت سی دیگر رپورٹوں میں بھی یہ بات سامنے آئی کہ پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دینے کے مکروہ عمل میں ایم ایم احمد کا خاصا کردار رہا ہے۔ اس حوالہ سے راقم الحروف کے ایک مضمون کا اقتباس ملاحظہ کیجئے جو ۱۲/ مارچ ۱۹۷۱ء کو ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور میں شائع ہوا:

’’قارئین کو یاد ہو گا کہ حالیہ انتخابات سے قبل مشرقی پاکستان کے متعدد سیاسی راہنماؤں نے ایک مشترکہ بیان میں مسٹر ایم ایم احمد کو اقتصادی منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین کے عہدہ سے برطرف کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ماضی میں اقتصادی طور پر مشرقی پاکستان کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئیں، ان کے ذمہ دار مسٹر ایم ایم احمد ہیں کہ انہوں نے اقتصادی منصوبہ بندی میں مشرقی پاکستان کو ثانوی حیثیت دی، اور شیخ مجیب الرحمن کے چھ نکات جو آج سیاسی بحران کا باعث بنے ہیں اسی ناانصافی اور ترجیحی سلوک کی صدائے بازگشت ہیں۔ صدر مملکت نے مسٹر ایم ایم احمد کو ڈپٹی چیئرمین کے عہدہ سے تو ہٹا دیا مگر اس سے زیادہ اہم پوسٹ ان کو دے کر اپنا اقتصادی مشیر مقرر کر لیا۔ اور صدر کے مشیر کی حیثیت سے ان صاحب نے جو ’’خدمات‘‘ سرانجام دیں وہ پاک فضائیہ کے سابق سربراہ، پی آئی اے کے سابق سربراہ، سابق ڈپٹی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور سابق گورنر مغربی پاکستان جناب نور خان سے دریافت کیجئے۔ انہوں نے ۲/ مارچ کو اپنی ہنگامی پریس کانفرنس میں قومی اسمبلی کے اجلاس کے التواء

(باقی صفحہ ۲۷ پر)

اسلام میں رسول کا تصور!

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رسول اور مصلح ریفارمر:

جس طرح کہ رسول، وکیل مختار نہیں ہوتا، اسی طرح وہ صرف ایک مصلح و ریفارمر بھی نہیں ہوتا۔ رسول اور ریفارمر میں بڑا فرق ہے۔ ایک ریفارمر اور مصلح کی پرورش عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے، ان ہی طرح وہ تعلیم حاصل کرتا ہے، پھر اپنی فطری صلاحیت و دل سوزی کی بنا پر قومی اصلاح کی خدمت انجام دیتا ہے۔ جب اس کی فہم وفراست، ہمدردی و نیک نیتی کے اثرات قوم میں نمایاں ہوتے ہیں تو قوم کی نظروں میں وہ خود بخود ایک مصلح و ریفارمر کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے مگر رسولوں کی تربیت صفت اجتباء و اصطفاء کے ماتحت ہوتی ہے۔ ان کی ہر نشست و برخاست، ہر قول و فعل کی قدرت خود نگراں ہوتی ہے اور اسی حفاظت کی وجہ سے ان کو صفت عصمت حاصل ہو جاتی ہے حتی کہ ایک مناسب عمر پر وہ خود انہیں منصب اصلاح پر فائز کرتی ہے۔ ریفارمر عصمت کا مدعی نہیں ہوتا ہے غلطی کا احتمال اس پر ہر وقت جائز ہے۔

رسول کی دو زندگیاں رسالت سے پہلے اور رسالت کے بعد اس قدر ممتاز ہوتی ہیں گویا بلحاظ ذمہ داری وہ دو انسان ہوتے ہیں۔ رسالت سے پہلے وہ عام انسانوں کی صف میں شامل ہوتا ہے، نہ کوئی دعویٰ کرتا ہے نہ عام انسانوں کے عقائد و اعمال سے کوئی ذمہ دارانہ سروکار رکھتا ہے، اس کی دعوت میں کوئی تدریج کوئی تمہید نہیں ہوتی وہ خود بھی اس سے بے خبر ہوتا ہے کہ کل اسے کیا کہنا ہے۔ وہ بالکل خاموش نظر آتا ہے اور جونہی کہ منصب رسالت پر فائز ہو جاتا ہے تو اس طرح بولتا ہے کہ کسی کا خوف و خطر اس کے آس پاس نہیں آتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال پر نظر کیجئے یا تو وہ فرعون کے خوف سے اپنا وطن چھوڑ کر بھاگ رہے تھے یا رسالت کی دوسری ہی ساعت میں پھر اسی کی طرف واپس جاتے ہوئے نظر آرہے ہیں اور وہ بھی کس کام کے لئے؟ اس سرکش کو خدا کے عذاب سے ڈرانے کے لئے جس کے عذاب سے ڈر کر کل خود بھاگ رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے یا تو وہ عزلت نشینی تھی کہ غار حرا میں چالیس چالیس دن تک اس کی خبر بھی نہ رہتی تھی کہ دنیا کدھر جا رہی ہے یا اب کوئی بازار نہیں کوئی مجمع نہیں، کوئی محفل نہیں جہاں دنیا کی اصلاح و خبر گیری کے لئے آپ چیخ نہ رہے ہوں۔ خلاصہ یہ کہ رسول کی زندگی کسب واکتساب، تکلف و تصنع کے تمام قیود سے آزاد ہوتی ہے، وہ از خود نہ رسول بنتے ہیں نہ بن سکتے ہیں اور نہ قوم خود کسی کو رسول بنا سکتی ہے، بلکہ یہ دست قدرت کا براہ راست انتخاب ہوتا ہے جسے چاہے اس منصب کے لئے انتخاب کر لیتا ہے۔

رسول ریاضت سے نہیں بنتے وہ پہلے سے منتخب شدہ ہوتے ہیں:

رسالت ایک قسم کی سفارت ہے، ہر سفیر کے لئے قابل ہونا ضروری ہے، مگر ہر قابل انسان کے لئے سفیر ہو جانا ضروری نہیں۔ یہ بادشاہ کی اپنی مصلحت اور صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ کس کو اس کا اہل سمجھتا ہے۔ خدا کی زمین پر دنیا کے جس قدر رسول آئے آپ سب کی سیرت بالتفصیل مطالعہ کر جائیے، ان کی زندگیوں کا ورق ورق الٹ جائیے مگر قرآن وحدیث سے کہیں ثابت نہیں ہوگا کہ کسی کو منصب رسالت کسی رسول کی اتباع و اطاعت کے صلہ میں ملا ہو۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے آپ کو یہی ثابت ہوگا کہ بوقت ضرورت براہ راست ان کو اس منصب سے نواز دیا جاتا ہے، بلکہ رسول کا خود مفہوم بھی یہ بتاتا ہے کہ یہ گروہ عام انسانوں اور خدائے تعالیٰ کے درمیان پیغامبری کے لئے بنایا گیا ہے، تاکہ ان کے واسطے سے لوگ شریعت پر عمل اور خدا کی عبادت کرنا سیکھیں اس لئے نہیں کہ شریعت پر عمل کر کے یہ خود خدا کے رسول بن جائیں، چنانچہ جب وہ آتے ہیں تو گمراہوں میں راہنما، جاہلوں میں عالم، مفسدوں میں مصلح اور کافروں میں اول مسلم بن کر آتے ہیں۔ رسالت سے پہلے بھی ان

کادامن شرک وکفر کی تمام نجاستوں سے پاک ہوتا ہے اور جو حرکات ادیان سماویہ میں ناقابل برداشت ہیں وہ نبوت ورسالت سے پہلے بھی ان سے دور ہی رہتے ہیں اور اپنی اس بے لوث اور پاک وصاف زندگی کی وجہ سے قوم میں ایک ممتاز حیثیت حاصل کرلیتے ہیں ان کی ریاضت و عبادت اس لئے نہیں ہوتی کہ انہیں رسول بننا ہے بلکہ اس لئے ہوتی ہے کہ ان کی یہ پاک وصاف زندگی قوم کی نظروں میں نمایاں کی جائے اور اس لئے نمایاں کی جائے کہ جب وہ رسالت کا دعویٰ کریں تو خود ان کی یہی زندگی ان کی تصدیق کا بڑا سامان ہوجائے۔

اگر بالفرض رسالت کسب واکتساب کا ثمرہ ہوتی تو رسولوں کی بعثت یا فترت کا مدار عبادت کی سرگرمی یا عبادت میں سردمہری پر ہوتا۔ حالانکہ یہاں معاملہ برعکس ہے یعنی جتنی عبادت زیادہ ہوئی اسی قدر رسولوں کی آمد میں تاخیر ہوئی اور جتنی گمراہی وضلالت نے شدت اختیار کی اسی قدر رسولوں کی آمد کا زمانہ قریب تر ہوتا گیا۔ پھر جب خدا کا کوئی رسول آگیا اس کی زیر قیادت عبادت کرکے ایک بھی رسول نہیں بنا اور جب اس کی تعلیمات کے نقوش مٹنے لگے تو ایسے ایسے رسولوں کی آمد ہوئی جن کا پہلی شریعت سے کوئی تعلق بھی نہ تھا یا تعلق تھا تو نسخ کا تعلق تھا، اس لئے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں ہے کہ رسول کسی عبادت و ریاضت سے نہیں بلکہ خود بنے بنائے آتے ہیں۔

قرآن کریم کے لفظ"یاتینکم رسل منکم" میں بھی اسی کی طرف اشارہ نکلتا ہے یعنی اے بنی آدم علیہ السلام تم میں کوئی فرد عبادت کرکے خود رسول نہیں بنے گا بلکہ رسول تمہارے پاس اس طرح آئے گا، جیسا کہ حکومت کی جانب سے کوئی حاکم مقرر ہوکر آیا کرتا ہے۔ ڈگریاں بڑی سے بڑی حاصل کی جاسکتی ہیں مگر حکومت کا کوئی عہدہ بلا انتخاب حکومت حاصل نہیں ہوتا ہاں لیاقت استعداد کے بعد اس کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے کہ نظر حکومت اگر اسے انتخاب کرنا چاہے تو کرلے اسی طرح رسالت ونبوت کی کیفیت ہے۔ یہ ایک منصب اور عہدہ ہے نہ انسان کے ممکن الحصول ارتقائی کمالات میں کوئی کمال۔ ہاں اس منصب کے متعلق کچھ کمالات ہیں جو اس منصب پر موقوف ہیں۔ اسی لئے حدیث میں ارشاد ہے:

"لو کان بعدی نبی لکان عمر" یعنی میری امت میں اگر بلحاظ کمال دیکھا جائے تو عمرؓ میں رسالت کی صلاحیت موجود ہے، مگر چونکہ منصب نبوت پر تقرر کے لئے اب کوئی جگہ باقی نہیں رہی اس لئے نبی نہیں ہیں۔ اسی طرح فرمایا:

"لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً"

ترجمہ: "ابراہیم (فرزند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اگر جیتے تو صدیق نبی ہوتے۔"

یعنی ان کا جوہر استعداد بھی نہایت بیش قیمت تھا انسانوں میں نبی بلکہ صدیق نبی بننے کے لائق تھے مگر یہاں ایک اور مانع بھی پیش آگیا تھا وہ یہ کہ ان کی عمر وفانہ کرسکی۔ امت میں ان دو شخصیتوں کے متعلق تو خود زبان نبوت سے تصریح آگئی کہ بلحاظ لیاقت وکمال یہ دونوں منصب نبوت کے قابل تھے جن میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تو عمر نے بھی وفا نہ کی۔ حضرت عمرؓ کی عمر ہوئی تو تقرر نبوت کا زمانہ نہ رہا تھا۔ ان کے علاوہ خدائے تعالیٰ ہی کو معلوم کہ اس امت میں اور کتنے انسان ایسے گزر گئے ہوں گے جو بلحاظ نفسی کمالات انبیاء سے کتنے مشابہ ہوں گے مگر عالم تقدیر میں چونکہ دنیا ہی کا ختم کردینا ٹھہر چکا تھا، اس لئے کوئی اس منصب پر نوازا نہیں گیا اور دنیا کی تاریخ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے شور مچا مچا کر رسولوں کی آمد آمد پکار رہی تھی، اب یہ کہہ کر خاموش ہوگئی کہ دنیا کا آخری راہنما آچکا، اب اس کے بعد کوئی رسول نہیں ہوگا، بہر حال تمام رسولوں کی تاریخ سے ہمیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی ریاضت وعبادت کے صلہ میں رسول نہیں بنتے بلکہ عین لاعلمی کی حالت میں اچانک خدا کی طرف سے منصب رسالت پر مامور ہوجاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا، ابھی حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت کا کوئی ذکر بھی نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر میرے بھائی میرے شریک کار ہوجائیں تو شاید خدمات نبوت کی ادائیگی میں میرے لئے سہولت رہے، لیکن منصب نبوت چونکہ براہ راست خدائے تعالیٰ کے اصطفاء پر موقوف ہے۔ اس لئے ان کو اسی بارگاہ میں یہ درخواست پیش کرنی پڑی:

"میرے بھائی کو میرے گھرانے سے میرا وزیر بنادے اور ان کے ذریعہ میری کمر مضبوط کر اور میرا انہیں شریک کار بنادے۔" (طٰہٰ، رکوع:۲، پ:۱۶)

اگر نبوت اکتسابی ہوتی تو یہاں سفارش کے موقع پر ان کے ایسے اوصاف کا ذکر کرنا مناسب ہوتا جو نبوت کا سبب بن سکتے ہیں، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن اسباب کا ذکر کیا

وہ یہ ہیں:

’’میرا بھائی مجھ سے زیادہ فصیح البیان ہے اسے میری مدد کے لئے میرے ساتھ کردے وہ میری تصدیق کرے گا، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تکذیب نہ کریں۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست کو منظور کرلیا گیا اوران کو بھی نبی بنادیا گیا۔سوچئے کہ فصاحت بیان کو نبوت میں کیا دخل ہے۔اس کے برخلاف جب کوہ طور جاتے ہوئے انہیں ایک خلیفہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو یہاں کوئی درخواست بارگاہ رب العزت میں پیش نہیں فرمائی اور براہ راست خود فرمایا:’’واخلفنی فی قومی واصلح ولاتتبع سبیل المفسدین۔‘‘

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ خلافت و نبوت میں کتنا فرق ہے۔خلیفہ نبی خود بھی بنا سکتا ہے مگر نبی کسی کو نبی نہیں بنا سکتا، ہاں اس کے لئے دعا کرسکتا ہے، چونکہ حضرت علی کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نسبت حاصل تھی، اس لئے گمان ہوسکتا تھا کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے حق میں نبوت کی دعا کی اور قبول ہوگئی اسی طرح اگر آپ بھی ان کے لئے دعا فرمائیں تو قبول ہوجائے اس لئے حدیث شریف میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ اس سے قبل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرے اور آپؐ کے دست مبارک دعا کے لئے اٹھ جائیں، آپؐ سے کہہ دیا گیا تم اپنے داماد علیؓ کے لئے جو دعا چاہو مانگ لو مگر ایک نبوت کی دعا مت کرنا کیونکہ عالم تقدیر میں یہ طے ہوچکا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور جو بات یہاں طے ہوجاتی ہے وہ پلٹا نہیں کرتی۔

یہی صورت شب معراج میں پیش آئی، جب تقدیر کو یہ منظور ہوا کہ اب سلسلۂ تخفیف ختم کیا جائے اور پانچ نمازیں امت کے لئے ایک واجب العمل دستور ہوجائے تو پہلے ہی آپ سے کہہ دیا گیا:’’مایبدل القول لدیّ‘‘ تاکہ بعد میں ’’مایبدل القول‘‘ کا آئین آپ کے استجابت میں حائل نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصرار کے باوجود آپ پھر سفارش کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔

خلاصہ یہ کہ نبوت نہ پہلی امتوں میں کسب کا نتیجہ تھی نہ اب ہے، ہاں پہلے منصب نبوت باقی تھا اس لئے دعا وسفارش کا موقع بھی تھا۔اب چونکہ منصب نبوت ہی نہیں رہا اس لئے نبوت کی دعا بھی نہیں کی جاسکتی ہاں اس کی بجائے خلافت باقی ہے اور وہ تاقیامت جاری رہے گی۔

پھر رسول جس طرح خود بنتے نہیں اسی طرح خود بولتے بھی نہیں، وہ خدائے تعالیٰ کے ترجمان ہوتے ہیں جو ان کو حکم ہوتا ہے، وہی بولتے ہیں اور اسی لئے ان کا ہر حکم واجب التعمیل مفترض الطاعۃ ہوتا ہے۔ہر امر میں ان کو حکم وفیصل بنانا، ان کے ہر فیصلہ پر راضی ہوجانا اور اس طرح راضی ہوجانا کہ اس میں تنگ دلی بھی محسوس نہ ہو، مومن کا اولین فرض ہوتا ہے۔ریفارمر میں یہ خصوصیت نہیں ہوتی وہ اپنے قوی جذبات کے صلہ میں ریفارمر تسلیم کیا جاتا ہے، اس کا حکم صرف اخلاقی حد تک واجب العمل ہوتا ہے اس کے ساتھ نزاع کا حق ہر وقت حاصل ہوتا ہے اس کو خدائی ترجمانی کا کوئی دعویٰ نہیں ہوتا، اس کا تعلق ہماری زندگی کے صرف ایک شعبہ کے ساتھ ہوتا ہے۔یعنی معاش، جسمانی مبداؤ معاد سے اسے کوئی بحث نہیں ہوتی۔رسول کا تعلق ہمارے ہر گوشۂ حیات ہوتا ہے۔ریفارمر کا کوئی حکم مذہب نہیں کہلاتا۔رسول کا ہر حکم مذہب کی بنیاد بن جاتا ہے، کسی قوم کا ریفارمر ومصلح بننے کے لئے اس کا ہم زبان ہونا شرط نہیں ہے۔رسول کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس قوم کا رسول ہو اسی کا ہم زبان بھی ہو:’’وما ارسلنا من قبلک من رسول الابلسان قومہ‘‘ رسول کا ہر علم قطعی ہوتا ہے۔شک وتردد کا اس میں کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ ریفارمر کی ہر ہدایت زیر احتمال رہ سکتی ہے۔اسی لئے رسول فلاح وکامیابی کا ضامن ہوتا ہے۔ ریفارمر کامیابی کی ضمانت نہیں لے سکتا۔

رسول کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ وحدت ملی کا ایک مستحکم مرکز ہوتا ہے۔اس لئے اس کی ذات ایمان وکفر کا محور ہوتی ہے یعنی اس سے وابستگی ایمان اور اس سے علیحدگی کفر کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ہزاروں اختلافات رسول کی ذات سے وابستگی کے بعد وحدت و اخوت کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اور بہت سی جمعیتیں رسول کے دامن سے علیحدہ ہوکر صفت وحدت سے خالی ہوجاتی ہیں۔اسی لئے فرمایا: ’’واذکروا اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم واصبحتم بنعمتہ اخوانا‘‘ اور دوسری صورت کو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا:

’’تحسبھم جمیعا قلوبھم شتّٰی‘‘

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل عرب کے اختلافات کا تصور کیجئے اور نقطۂ رسالت پر جمع ہونے کے بعد ان کی شان وحدت کو ملاحظہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ہزاروں افراد یا تو ایک دوسرے کے خون کے

پیاسے تھے یا فردِ واحد کی طرح ایسے ایک جان ہو چکے تھے کہ مشرقی مسلمان کی تکلیف سے مغربی مسلمان کو وہی تکلیف ہوتی جو ایک انسان میں ایک عضو کی تکلیف سے تمام اعضاء کو محسوس ہوتی ہے، وہ ابھی ابھی یا تو اینٹوں کے ڈھیر کی طرح میدان میں بکھرے ہوئے تھے یا ایک ہی ساعت کے بعد ایک مستحکم تعمیر کی شکل میں منظم ومرتب تھے جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ سے مرتبط اور باعثِ استحکام تھی:

"ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے ایک دوسرے کو قوت پہنچاتا اور مضبوط رکھتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر اس کا نقشہ دکھایا۔" (متفق علیہ)

"نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمام مسلمان شخص واحد کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ درد کرتی ہے تو تمام جسم بیمار پڑ جاتا ہے اگر سر درد کرتا ہے تو تمام جسم بیمار پڑ جاتا ہے۔" (مسلم)

دنیا کی تمام وحدتیں اس حقیقی وحدت کے سامنے ہیچ ہیں۔ وحدتِ قومی، وحدتِ ملکی، وحدتِ وطنی، وحدتِ قبیلہ، وحدتِ حسب ونسب کے سوا اور جتنی وحدتیں پیدا ہو سکتی ہیں، وہ سب اس کے سامنے لاشے ہیں۔ جب کبھی اس وحدت حقیقیہ کی دوسری وحدتوں سے ٹکر ہوئی تو دوسری تمام وحدتیں پاش پاش ہو کر مٹ گئیں، اور صرف یہی ملت کی ایک مرکزی وحدت باقی رہ گئی۔

ریفارمر کی ذات بھی قوم کی شیرازہ بندی کا بڑا سبب ہے مگر جو وحدت ایک کامیاب سے کامیاب ریفارمر کے نام پر پیدا ہوتی ہے وہ اس وحدتِ حقیقیہ سے کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ یہ وحدت نظام ملی اور حیٰوۃ بشری کے لئے بمنزلہ روح ہے، اسی لئے جب یہ وحدت فنا ہونے لگتی ہے تو اس کو ازسرِ نو زندہ کرنے کے لئے خدا کے رسول آتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ رسالت کا دروازہ مسدود ہو چکا ہے، اس لئے یہ کام خلافت راشدہ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ شریعت میں خلافت اور امارت مفقود ہو جائے تو شریعت نے اس کا نام ملک عضوض رکھا ہے۔ یہ اسی وحدت کی فنا کی طرح اشارہ تھا جو دراصل رسولوں کی ذات سے وابستہ ہوتی ہے:

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست کی نگہبانی انبیاء علیہم السلام فرمایا کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا اس کے قائم مقام دوسرا آ جاتا، چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اس لئے اب عنانِ انتظام خلفاء کے ہاتھ میں رہے گی اور وہ بہت ہوں گے۔" (متفق علیہ)

خلاصہ یہ کہ رسول میں اوتار و بروز وابنیت کا کوئی تصور نہیں ہوتا اور محض ایک ریفارمر و مصلح کی حیثیت بھی نہیں ہوتی، نصاریٰ نے رسالت کو ابنیت کے عنوان سے سمجھنے کی کوشش کی وہ بھی غلط راہ پر نکل گئے۔ براہمہ اور جوگیوں نے اس کو اوتار کا علاقہ بنا دیا وہ بھی عینیت یا حلول کے روگ میں پھنس گئے۔ نصاریٰ نے رسول کو خدا سے اتنا قریب سمجھا کہ پھر انہیں دوئی قائم رکھنا دشوار ہو گیا اور جدید روشنی میں اسی کو خدا سے اتنا دور سمجھا گیا کہ اس کو صرف ایک ریفارمر کی حیثیت دی گئی، یہ دونوں راستے افراط وتفریط کے راستے ہیں۔ اگر اس کی حیثیت رسول کے لفظ ہی سے قائم کی جاتی تو یہ مغالطے پیش نہ آتے اور واضح ہو جاتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا بعید نہیں ہوتا جیسا کہ عام انسان اور اتنا قریب بھی نہیں ہوتا جتنا کہ اوتار وابن۔ وہ بعید ہو کر اللہ تعالیٰ سے انتہائی قریب ہوتا ہے اور انتہا درجہ قرب کے باوجود پھر احد وصمد سے حلول و اتحاد کا کوئی علاقہ نہیں رکھتا اس کا نام قرب ولایت نہیں۔ یہ قرب رسالت ہے۔ یہ انسان کے لئے مدارج قرب کی وہ آخری منزل ہے جس کے بعد کوئی منزل نہیں۔ اگر ان دونوں میں فرق سمجھ لیا جاتا تو ایک محبّ کی زبان سے جو کبھی اضطراب میں عاشقانہ کلمات نکل جاتے ہیں نہ نکلتے اور وہ اپنی تمام لن ترانیوں کی بجائے یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا:

زلافِ حمد و نعت اولیٰ است بر خاکِ ادب خفتن
کجو دے می تواں کردن در وے می تواں گفتن

اسی لئے آسمانی مذاہب نے رسول کی اس درمیانی ہستی کے لئے جو جامع لفظ اختیار کیا تھا وہ خود رسول تھا اور اسی لئے اذانوں میں، خطبوں میں، نمازوں میں، جس لفظ کا بار بار اعلان کیا جاتا ہے وہ بھی لفظِ رسول ہے۔ آج دنیا رسول کی معرفت کے لئے خود لفظِ رسول کو ناکافی سمجھتی ہے اور اپنی طفل تسلی کے لئے دوسرے عنوانات تراش تراش کر اپنے ذہن میں رسول کی حیثیت قائم کرنا چاہتی ہے۔

یاد رکھو! یہ کبھی نہیں ہوگا، کبھی نہیں ہوگا۔ رسول کی معرفت تم کو لفظ رسول سے زیادہ صحیح کسی اور لفظ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ☆☆☆

عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت

مولانا محمد جہان یعقوب

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کے اہم ترین عقائد میں سے ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ رب العزت نے سلسلۂ نبوت کی ابتدا سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائی اور اس کی انتہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی، آپؐ کے بعد کسی کو نبی نہ بنایا جائے گا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت میں ضرور نازل ہوں گے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہوں گے، اس لئے نزولِ عیسیٰؑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیوں کہ ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعتِ محمدیہ پر ہوں گے، دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو رسول اللہ سے پہلے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپؐ کی ختم نبوت کا اعلان فرمایا۔ (سورہ توبہ:33)

اسی طرح قرآنِ کریم میں حق جل شانہ نے تمام پیغمبروں سے اس بات کا عہد لیا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پالو تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت اور پاسداری کرنا۔

(سورہ آل عمران:81)

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیائے سابقین آپؐ کی آمد کی بشارت دیتے رہے، آپ کا خاتم الانبیا ہونا تورات اور انجیل اور تمام انبیائے سابقین کے صحیفوں میں مذکور تھا، جو علما اہل کتاب دین اسلام میں داخل ہوئے، انہوں نے بیک زبان ہوکر اس امر کا اقرار اور اعتراف کیا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی صفت پر پایا جیسا کہ ہم نے تورات اور انجیل میں دیکھا اور پڑھا تھا، اس کے علاوہ آپ کی مہر نبوت بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے کی حسی دلیل تھی، جس کو دیکھ کر علمائے یہود اور نصاریٰ آپ کی نبوت اور ختم نبوت کی شہادت دیتے تھے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مجموعی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، جن میں سے رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے اور آپؐ خاتم الانبیاء اور آخرالانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے: ''نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا بجز مبشرات (سچے خوابوں) کے۔''

(صحیح بخاری و مسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''میری مثال نبیوں میں ایسی ہے، جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، جہاں کچھ نہ رکھا، لوگ اسے چاروں طرف سے دیکھتے بھالتے اور اس کی بناوٹ سے خوش ہوتے ہیں، لیکن کہتے ہیں: کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس اینٹ کی جگہ بھی پُر کرلی جاتی، پس میں نبیوں میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں۔'' (مسند احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں فرماتے ہیں: ''میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا تھا اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور حدیث میں ہے میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں، اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں، تمام لوگوں کا حشر میرے قدموں تلے ہوگا اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

(ایضاً)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔''

(ابوداؤد، جلد2 صفحہ 127)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رسالت و نبوت ختم ہوچکی ہے، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہی ہے اور نہ نبی۔''

ختم نبوت کا یہ عقیدہ اجماعی عقائد میں سے ہے، عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہیں۔ قرآن مجید کی ایک سو آیات کریمہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ بھی اس پر شاہد عدل ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے مطابق عقیدہ ختم نبوت کی احادیث روایت کرنے والے جید صحابہ کرام ہیں، جن میں: حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

امت کا سب سے پہلا اجماع بھی اسی مسئلہ پر منعقد ہوا۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بے شک امت نے بالاجماع اس لفظ (خاتم النبیین) سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول اور اس پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں اور اس کا منکر اجماع کا منکر ہوگا۔''

(الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ 123)

امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اپنی آخری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: ''سب سے پہلا اجماع جو اس امت میں منعقد ہوا، وہ مسیلمہ کذاب کے قتل پر اجماع تھا۔ جس کا سبب صرف اس کا دعویٔ نبوت تھا۔''

(خاتم النبیین ص:76 ترجمہ ص:791)

قاضی عیاض مالکیؒ لکھتے ہیں: ''ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ ان کا کفر قطعی طور سے اجماع امت اور نقل یعنی کتاب و سنت سے ثابت ہے۔''

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں اسلام کے تحفظ و دفاع کے لئے جتنی جنگیں لڑی گئیں، ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرام کی کل تعداد: 295 ہے، اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ و دفاع کے لئے اسلام کی تاریخ میں پہلی جنگ جو سیدنا صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں لڑی گئی، اس ایک جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کرام اور تابعین کی تعداد بارہ سو (1200) ہے، جن میں سے سات سو (700) قرآن مجید کے حافظ اور عالم تھے۔ (مسک الختام فی ختم نبوۃ سید الانام) اس سے ختم نبوت کے عقیدہ کی عظمت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ انہی حضرات صحابہ کرام میں سے ایک صحابی حضرت خبیب بن زید انصاری خزرجیؓ بھی تھے، ان کی شہادت کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے:

حضرت خبیب بن زید انصاریؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کے مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا۔ مسیلمہ کذاب نے حضرت خبیبؓ سے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت خبیب نے فرمایا: جی ہاں! مسیلمہ کذاب نے کہا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں مسیلمہ بھی اللہ کا رسول ہوں؟ اس پر حضرت خبیب نے جواب میں فرمایا: میں بہرہ ہوں، تیری یہ بات نہیں سن سکتا۔ مسیلمہ بار بار سوال کرتا رہا وہ یہی جواب دیتے رہے اور مسیلمہ ان کا ایک ایک عضو کاٹتا رہا، حتیٰ کہ خبیبؓ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ان کو شہید کردیا گیا۔

یہی جذبہ ایمانی ہمیں تابعین میں بھی نظر آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری وقت میں یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویدار اسود عنسی پیدا ہوا، جو لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے لئے مجبور کرتا تھا۔ اسی دوران اس نے حضرت ابو مسلم خولانیؒ کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلایا اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ تابعی حضرت ابو مسلم خولانیؒ نے صاف انکار فرمادیا۔ اس پر اسود عنسی نے ایک خوف ناک آگ دہکائی اور حضرت ابو مسلمؒ کو اس آگ میں ڈال دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگ کو بے اثر فرمادیا اور وہ اس سے صحیح سلامت نکل آئے۔ یہ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ اسود عنسی اور اس کے رفقاء پر ہیبت سی طاری ہوگئی اور اسود کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ اسے جلاوطن کردو، ورنہ خطرہ ہے کہ ان کی وجہ سے تمہارے پیروکار بھی اسلام قبول نہ کرلیں، چنانچہ انھیں یمن سے جلاوطن کردیا گیا، یمن سے نکل کر یہ جب مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آفتاب رسالت روپوش ہوچکا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرماچکے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بن چکے ہیں، انھوں نے اپنی اونٹنی مسجد نبوی کے دروازے کے پاس بٹھائی اور اندر آکر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کردی۔ وہاں پر حضرت عمرؓ موجود تھے، انھوں نے ایک اجنبی مسافر

کو دیکھا تو ان کے پاس آئے اور پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ جواب دیا: یمن سے! حضرت عمرؓ نے فوراً پوچھا: اللہ کے دشمن اسود عنسی نے ہمارے ایک دوست کو آگ میں ڈال دیا تھا، اور آگ نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا تھا، بعد میں ان صاحب کے ساتھ اسود عنسی نے کیا سلوک کیا؟ حضرت ابومسلمؒ نے فرمایا! ان کا نام عبداللہ بن ثوب ہے۔ اتنی دیر میں حضرت عمرؓ کی فراست کام کر چکی تھی، انھوں نے فوراً فرمایا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ وہی صاحب ہیں۔ حضرت ابو مسلم نے جواب میں فرمایا! جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرط مسرت ومحبت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور انہیں لئے ہوئے خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش ہوئے، انہیں صدیق اکبرؓ نے اپنے درمیان بٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے مجھے موت سے پہلے امت محمدیہ کے اس شخص کی زیارت کرادی، جس کے ساتھ اللہ تعالی نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا کہ معاملہ فرمایا۔ (مسک الختام)

یہ تو دور صحابہؓ وتابعین کے دو بزرگوں کے جذبہ ایمانی کی ایک ہلکی سی جھلک تھی، ورنہ تاریخ اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ کسی بھی دور میں امت مسلمہ نے اس اہم ترین مسئلے میں کسی قسم کے تساہل وتکاسل اور سستی وغفلت کا مظاہرہ نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ کسی بھی دور میں ختم نبوت کے عقیدے سے مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ ایک طرف تو مسلمانوں کی صفوں میں موجود ناسور اس عقیدے پر نقب لگانے کی کوشش ہر دور میں کرتے رہے، دوسرے عالم کفر نے بھی ایسے عناصر کی ہمیشہ ہی پیٹھ ٹھونکی، حوصلہ افزائی ہی نہیں، پشت پناہی کی، جس کی وجہ سے ان فتنوں کا سلسلہ بھی روز افزوں رہا۔ اس پُرفتن دور میں بھی اس اہم ترین عقیدے پر ضرب لگانے یا کم از کم اس عقیدے کو بے اثر کرنے کی کوششیں ہوتی رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو یہ بات جان اور سمجھ لینی چاہیے، کہ جو کوئی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرتا ہے، یا اس کی کوئی ایسی تعبیر و تشریح کرتا ہے، جو امت مسلمہ کے متفقہ عقیدے سے ٹکراتی ہے، یا کسی بھی ولی، پیر، غوث، قطب، ابدال کو منصب نبوت پر کلی یا جزوی، ظلی یا بروزی غرض کسی بھی انداز میں بٹھانے کی کوشش کرتا ہے، تو وہ مسلمان نہیں، مرتد وزندیق ہے اور مسلمانوں کے ایمان کا ڈاکو ہے۔ یہ اس قدر حساس مسئلہ ہے کہ: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ''اگر کسی نے کسی شخص کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا، اور اس شخص نے اس سے اپنے دعوے پر دلیل طلب کی، تو ایسا شخص بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

یوم دفاع ختم نبوت کا یہ تاریخی دن ایک طرف ختم نبوت کے منکرین کے خلاف کی جانے والی لازوال و بے مثال جدوجہد کی یاد تازہ کرتا ہے، تو دوسری طرف یہ دن اس اہم ترین اجماعی عقیدے کی اہمیت بھی اجاگر کرتا ہے۔

آیئے! آج کے دن یہ عہد کریں کہ ہم کسی بھی قیمت پر عقیدہ ختم نبوت کے دفاع وتحفظ اور اس کی ترویج واشاعت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اس عقیدے کے خلاف کی جانے والی بڑی سے بڑی کوشش کو ناکام بنانے میں اپنا ایمانی کردار ادا کریں گے۔

☆☆..................☆☆

عظیم الشان ''یوم تحفظ ختم نبوت ریلی''

کراچی (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مجلس کراچی کے امیر مولانا محمد اعجاز مصطفی، مولانا مفتی عبدالشکور کی قیادت میں ایک عظیم الشان ''یوم تحفظ ختم نبوت ریلی'' بنوری ٹاؤن، گرو مندر سے نکالی گئی جو ختم نبوت کے نغمات اور ''ختم نبوت زندہ باد'' کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں پریس کلب پہنچی۔ شہر کے دوسرے علاقوں سے ریلیاں بھی وہاں پہنچیں۔ جنہوں نے ایک جلسہ کی شکل اختیار کرلی۔ ریلی کے قائدین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کا دن پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے فتح ونصرت کا دن ہے۔ ۱۹۷۴ء میں تمام دینی و سیاسی جماعتوں نے مشترکہ پلیٹ فارم سے قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی جس کے نتیجہ میں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے عقائد ونظریات پر بحث وتمحیص کے بعد انہیں مسلمانوں کی صفوں سے نکال کر غیر مسلموں کے ساتھ کھڑا کردیا۔ اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے والوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ختم نبوت کا علم بلند ہوا۔ منکرین ختم نبوت کو منہ کی کھانی پڑی۔ آج کا دن تجدید عہد کا دن ہے۔ آج کا دن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کے اظہار کا دن ہے۔ علماء کرام نے کہا کہ قادیانیت دراصل یہودیت کا چربہ ہے۔ قادیانیوں نے ہمیشہ یہودیوں کے آلۂ کار بن کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں ہر جگہ فتنۂ قادیانیت کا تعاقب ہو رہا ہے، قادیانیت ہر جگہ، ہر سطح پر خواہ وہ علمی میدان ہو یا مناظرہ کا، قلمی جہاد ہو یا تقریری، پارلیمنٹ کا میدان ہو یا عدالتوں کا، ہر جگہ پسپا ہو چکی ہے، لیکن قادیانیوں کی ہٹ دھرمی ہے کہ وہ ابھی بھی مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور دجل وتلبیس کا راستہ اختیار کرکے مسلمانوں میں گھسنے اور اپنے آپ کو مسلمان جتانے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔ ان راہنماؤں نے کہا کہ موجودہ حکومت کی قادیانیت نوازی اور دفاع سمجھ سے بالاتر ہے۔ کسی ملک کی کوئی حکومت باغیوں کو سرکاری عہدہ پر فائز نہیں کرتی۔ قادیانی پاکستانی آئین کے باغی ہیں۔ اگر وہ اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرلیں تو ان کے حقوق سر آنکھوں پر۔ انہوں نے اقتصادی کونسل کے مشیر عاطف میاں کو اس کے عہدہ سے ہٹانے کے فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے وزیراعظم عمران خان اور اس کے وزراء ومشیروں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

مغربی شرپسندوں کی شرانگیزی

انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین وتنقیص

جناب خالد محمود صاحب، سابق یوکیل کندن

اہل یورپ کو کوئی بار کئی موقعوں پر اہل اسلام کی طرف سے یہ بتایا جا چکا ہے کہ ہم مسلمان ہر بات اپنی ذات پر برداشت کرسکتے ہیں، مگر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کسی بھی ادنیٰ گستاخی اور بے ادبی کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتے، اور یہی ہمارے ایمان کا تقاضا اور اصل ہے، اور ایک مسلمان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت ایمان کی بنیادی اساس ہے۔

یورپی دنیا کو یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ مذہب کے خانے میں آزادیٔ رائے کے طور پر آج جو کچھ ان کے پاس ہے، وہ محض کفر اور بددیانتی کے سوا کچھ نہیں، اہل یورپ کے نام پر انبیاء کرام علیہم السلام پر بننے والی فلمیں اور لکھی جانے والی کتابیں اس کی واضح مثال ہیں، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! اور یہی وہ روش ہے، جس نے یورپ کے لوگوں کو نا صرف مذہب سے دور کیا ہے، بلکہ الحاد ان کے پاس تیزی سے پھیل رہا ہے۔

دوسری طرف بائبل کا عہد نامہ قدیم ہو کہ جدید وہاں بھی جا بجا انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی وتوہین کے ابواب ملتے ہیں، نقل کفر، کفر نہ باشد، بائبل کہتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا۔

(پیدائش باب ۱۹، آیت:۳۰تا۳۸)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ اپنی بیویوں کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔

(سلاطین:۱، باب:۱۱، آیت۱تا۱۱)

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بائبل کہتی ہے کہ معاذ اللہ وہ شراب پی کر برہنہ ہوئے۔ (پیدائش، باب:۹، آیت:۱۸)

حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں کہ انہوں نے سونے کے زیورات سے ایک بچھڑے کا دیوتا بنایا تھا۔ (خروج ، باب:۳۲، آیت:۱)

اور کون نہیں جانتا کہ موجودہ عیسائیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ مقام معبودیت حاصل ہے، مگر اس درجہ مقام کے باوجود بائبل حضرت علیہ السلام کو لعنتی کہتی ہے۔ (گلتیوں، باب:۳، آیت:۱۳) معاذ اللہ استغفر اللہ!۔

اسی طرح بائبل کے دیگر کئی اور مقامات پر اور بھی کئی انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں اور توہین پائی جاتی ہیں، جبکہ یہی وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، جن کے بارے میں قرآن مجید فرقان حمید اور احادیث مبارکہ میں ان کا حد درجہ احترام اور شان بتائی گئی ہے، جن پر ایمان لانا ہر مسلمان کو فرض وواجب ہے اور کوئی بھی مسلمان اس سے صرف نظر نہیں کرتا، کیونکہ یہ ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔

اس صاف اور سیدھی بات کے باوجود ہالینڈ اور دیگر یورپی ممالک یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین و گستاخی خود ان کے یہاں بھی قانونی طور پر جرم عظیم ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

’’قانون توہین انبیاء علیہم السلام دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں تھوڑی بہت معمولی تبدیلیوں کے ساتھ نافذ رہا ہے۔ نیو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق اکثر مشرقی اور یورپی ملکوں میں بلاس فیمی لا کسی نہ کسی صورت قابل مواخذہ جرم رہا ہے، آسمانی صحائف کو ماننے والی اقوام جہاں بھی حکمران رہی ہیں وہاں توہین رسالت کی سزا، سزائے موت پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔

یہودیوں کے تالمودی قانون کی رو سے صرف پیغمبر ان بنی اسرائیل اور تورات کی بے حرمتی کی سزا موت ہے۔ عہد نامہ عتیق (Old-Testament) میں رسول کے نائبین کی اہانت کی سزا بھی سزائے موت مقرر ہے۔

(ملاحظہ ہو استثنا، باب:۱۸:۱۲، ص:۱۸۳)

پاپائے روم یا چرچ کے اقتدار میں آنے سے قبل یورپ میں رومن لا (Roman Law) کی عمل داری تھی، چونکہ انجیل میں کوئی قانونی احکام موجود نہ تھے لیکن کلیسا نے اسٹیٹ پر غلبہ و

اقتدار حاصل کرلیا تو پوپ کے منہ سے نکلے ہوئے حکم کو قانون پر بالادستی حاصل ہوگئی۔ تورات کے برعکس انجیل صرف چند نصائح کا مجموعہ ہے، اس لئے یورپ اور ایشیا میں جہاں جہاں عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں، وہاں کاروبار حکومت چلانے کے لئے اہل کلیسا کو رومی قانون اور یہودیوں کے تالمودی قانون ہی پر انحصار کرنا پڑا۔ اس لئے چرچ نے توہین مسیح علیہ السلام کے لئے اسی سزا کا حکم دیا جو بنی اسرائیل کے پیغمبر کی اہانت کے لئے مقرر تھی۔

رومن امپائر کے شہنشاہ جسٹینین (Justinian) کا دور حکومت طلوع اسلام سے چند سال قبل 528 تا 565 صدی عیسوی پر محیط ہے۔ رومن لا کی تدوین کا سہرا بھی اسی کے سر ہے اور اس کو عدل وانصاف (Justice) کا مظہر بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس نے جب دین مسیحی قبول کرلیا تو قانون موسوی کو منسوخ کرکے انبیائے بنی اسرائیل کی بجائے صرف یسوع مسیح علیہ السلام کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا، سزائے موت مقرر کی۔ اس کے دور سے قانون توہین مسیح علیہ السلام سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔ روس اور اسکاٹ لینڈ میں بھی اٹھارہویں صدی تک اس جرم کی سزا، سزائے موت ہی دی جاتی رہی ہے۔" (قانون ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۲۱۸ تا ۲۱۹ از سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ جناب محمد اسماعیل قریشی صاحب)

مزید یہ کہ:

"عام طور پر ماڈرن اور تہذیب یورپ کے متاثرین بین الاقوامی قوانین سے ناواقفیت کی بناپر یہ فرماتے ہیں کہ برطانیہ، امریکا یا یورپ میں بلاس فیمی لا کی کوئی سزا مقرر نہیں اور اگر ہو بھی تو کوئی شخص اس جرم میں ماخوذ ہوکر سزایاب نہیں ہوا لیکن یہ سراسر غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے ہم وہاں کی اعلیٰ عدلیہ اور سپریم کورٹ کے فیصلے پیش کررہے ہیں۔

فیصلہ مقدمہ لی مون (برطانیہ):

ڈینس مون (Denis Lemon) ایڈیٹر گے نیوز (Gay News) کے خلاف سال ۱۹۷۸ء میں توہین مسیح کے الزام میں برطانیہ کی عدالت میں کیس دائر ہوا۔ الزام یہ تھا کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک مزاحیہ نظم لکھی ہے۔ جس میں اس نے ان کو ہم جنس پرستی کی طرف مائل دکھلایا تھا۔ اس مقدمہ کی اہم ترین بات یہ ہے کہ صفائی کے وکلاء نے ملزم کی طرف سے دفاع میں یہ نکتہ اٹھایا کہ ملزم نے بلاس فیمی کا ارتکاب قصداً (Wilfully) نہیں کیا تھا۔ یہ بات اس نے بطور تفریح طبع کہی ہے جس سے اہانت یا توہین مقصود نہیں۔ یہ وہی عذر ہے جو گستاخان رسالت شروع سے کرتے چلے آئے ہیں، جس کا ذکر کلام الٰہی میں آج سے چودہ سو سال قبل ہی کردیا گیا تھا اور انہیں یہ بھی جتلادیا تھا کہ یہ حیلہ سازی ہے، دیکھئے قرآن حکیم کا یہ ارشاد:

"قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُوْلِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ o لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ" (التوبہ:۶۵،۶۶)

ترجمہ: "کیا تم اللہ کے ساتھ، اس کی آیات کے ساتھ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاً (ہنسی مذاق) کرتے ہو، بہانے مت بناؤ۔ بلاشبہ تم نے ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔"

لی مون (Lemon) کے مقدمہ میں صفائی کے وکلاء کا تمام تر زور اسی نکتہ پر تھا کہ گے نیوز میں ملزم نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں ایسی بات تفریحاً دل لگی کے طور پر کی ہے جس میں اس کی نیت یا ارادہ کا کوئی دخل نہیں اور نہ ہی یہ بات بدنیتی سے کہی گئی ہے لیکن جیوری نے متفقہ طور پر ملزم کے اس عذر کو مسترد کردیا اور یہ قرار دیا کہ بلاس فیمی یا توہین مسیح کے کیس میں "نیت" یا "ارادہ" غیر متعلق (Irrelecant) ہیں، کیونکہ جو بات جناب مسیح علیہ السلام کے بارے میں کہی گئی ہے اس کا براہ راست تعلق ایک واضح حقیقت (Facts) سے ہے جس کی وجہ سے پیروان مسیح علیہ السلام کے جذبات مشتعل ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ بات اور ہر وہ چیز جو خدا، یسوع مسیح علیہ السلام کے جذبات مشتعل ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ بات اور ہر وہ چیز جو خدا، یسوع مسیح علیہ السلام اور بائبل کی تضحیک، استہزاء توہین اور تنقیص کا باعث ہو وہ بلاس فیمی یا قانون توہین مسیح کے تحت لائق تعزیر جرم ہے۔ اس لئے لی مون کو بلاس فیمی لا کے تحت جیوری نے سزا سنائی۔ فیصلہ میں مزید کہا گیا ہے کہ برطانیہ میں قانون تو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مذہب کا انکار کردیا جائے وہ قابل گرفت جرم نہیں لیکن مذہب کے خلاف ناشائستہ اور اشتعال انگیز زبان استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

فیصلہ کا اقتباس جو (Blasphemy & Bigotry) کے عنوان سے لندن کے کثیر

الاشاعت روزنامہ "THE TIMES" میں 27/اگست 1988ء کو ڈیوڈ ہالووائی نے رپورٹ کیا ہے جو ضمیمہ (Appendix) میں شامل ہے۔ (قانون ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۲۲۹ تا ۲۳۰ از سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ جناب محمد اسماعیل قریشی)

گو کہ عالمی سطح پر دنیا بھر کے مسلمانوں کے شدید احتجاج کی وجہ سے ہالینڈ نے گستاخانہ خاکوں کے مقابلوں کو ملتوی یا موخر کیا ہے، مگر اہل یورپ کو مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے، اس بارے میں مستقل مزاجی سے سوچنا اور اقدامات کرنے ہوں گے، تاکہ پھر کوئی بدبخت ولعین اس بارے میں ہرزہ سرائی نہ کرے، ورنہ اہل یورپ یہ یاد رکھیں کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص کرنے کی جس ہولناک آگ سے یہ کھیل رہے ہیں، یہ آگ امن عالم کو جلا کر راکھ کردے گی۔

☆☆..........☆..........☆☆

آج ملک بھر میں ’’یوم تحفظ ختم نبوت‘‘ مذہبی جوش وخروش سے منایا گیا

علماء کرام، خطباء وائمہ مساجد اپنے جمعۃ المبارک کے بیانات میں عقیدۂ ختم نبوت کی فضیلت واہمیت بیان کی

کراچی (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنماؤں کی اپیل پر پورے ملک کی طرح کراچی میں بھی ’’یوم تحفظ ختم نبوت‘‘ نہایت جوش وجذبہ اور مسرت وشادمانی سے منایا گیا۔ علماء کرام وائمہ مساجد نے جمعہ کے خطبات میں خاص طور پر عقیدۂ ختم نبوت اور اسلامی عقائد واقدار پر بیانات کئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نے اس تاریخ ساز دن کے حوالہ سے اپنے پیغام میں کہا کہ منکرین ختم نبوت اسلامی عقائد پر تاویلات وتحریفات کے تیشے چلانے سے باز رہیں۔ اجرائے نبوت کا دعویٰ باطل ہے۔ مدار نجات صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ دریں اثنا مولانا عبدالحی مطمئن نے جامع مسجد باب رحمت پرانی نمائش میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ آپ کے بعد کسی کو نیا نبی ماننا اسلامی تعلیمات کا مذاق ... نے کے مترادف ہے۔ مفتی محمد اسحاق مصطفیٰ نے جامع مسجد اقصیٰ شاہ لطیف ٹاؤن نے کہا کہ قادیانیت دراصل یہودیت کا چربہ ہے۔ قادیانیوں نے ہمیشہ یہودیوں کے آلۂ کار بن کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی۔ مولانا قاضی منیب الرحمٰن جامع مسجد ابوبکر صدیق ملیر نے کہا کہ دنیا میں ہر جگہ فتنۂ قادیانیت کا تعاقب ہو رہا ہے، قادیانیت ہر جگہ، ہر سطح پر خواہ وہ علمی میدان ہو یا مناظرہ کا، قلمی جہاد ہو یا تقریری، پارلیمنٹ کا میدان ہو یا عدالتوں کا، ہر جگہ پسپا ہو چکی ہے، لیکن قادیانیوں کی ہٹ دھرمی ہے کہ وہ ابھی بھی مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور دجل وتلبیس کا راستہ اختیار کرکے مسلمانوں میں گھسنے اور اپنے آپ کو مسلمان جتانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ مفتی محمد عادل غنی جامع مسجد خاتم النبیین گرین ٹاؤن نے کہا کہ موجودہ حکومت کی قادیانیت نوازی اور دفاع سمجھ سے بالاتر ہے۔ کسی ملک کی کوئی حکومت باغیوں کو سرکاری عہدہ پر فائز نہیں کرتی۔ قادیانی پاکستانی آئین کے باغی ہیں۔ اگر وہ اپنے آپ کو غیرمسلم اقلیت تسلیم کرلیں تو ان کے حقوق سرآنکھوں پر۔ مولانا سعد اللہ جامع مسجد نارتھ کراچی نے کہا کہ یورپ میں مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جن کا تدارک ضروری ہے۔ علاوہ ازیں مولانا شاکر اللہ ہزاروی جامع مسجد نور مانسہرہ کالونی، مولانا محمد قاسم جامع مسجد فلاح فیڈرل بی ایریا، مولانا عبدالباسط جامع مسجد اصحاب صفہ اسٹیل ٹاؤن، مولانا سلام اللہ عتیق جامع مسجد رحمانیہ بلال کالونی، مولانا محمد رضوان جامع مسجد محمدی کلفٹن، مولانا الطاف الرحمٰن عباسی جامع مسجد قرطبہ کلفٹن، مولانا عباد الرحمٰن عباسی جامع مسجد الصدیق کلفٹن، مفتی فیض الحق جامع مسجد بلال بلدیہ ٹاؤن، مفتی محمد زبیر حق نواز جامع مسجد نورانی سعید آباد، مولانا قاری محمد عمر جامع مسجد یحییٰ حبیب بینک، مفتی محمد ابراہیم قصوری جامع مسجد پاک کالونی، مولانا محمد احمد جامع مسجد قبا یوپی موڑ، مولانا ہارون الرشید عادل جامع مسجد عمر فاروق اتحاد ٹاؤن، مولانا نور الحق جامع مسجد محمودیہ میراں ناکہ لیاری، مولانا فضل سبحان جامع مسجد یٰسین آگرہ تاج لیاری، مولانا محمد احسن رانجھا حسینی جامع مسجد طیبہ لانڈھی قائد آباد، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی جامع مسجد قبا میٹروول سائٹ، مفتی محمد سلمان یاسین جامع مسجد مجم، مولانا مفتی سعید احمد اوکاڑی جامع مسجد عالمگیر بہادرآباد، مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی جامع مسجد المصطفیٰ گلشن اقبال ودیگر علماء وخطاب حضرات نے عقیدۂ ختم نبوت، اجرائے نبوت، نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسلامی عقائد پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عوام الناس کو تیار کیا۔

عروج وزوال کی تاریخ سے سبق

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مسلمانوں کی تاریخ کی ابتدائی صدیاں ان کے غیر معمولی عروج اور علمی وتمدنی ترقی کی اعلیٰ مثال کی حامل رہی ہیں، ان کے بعد ترقی کے اسباب سے بے توجہی کے اثر سے زوال ہوا اور ان کی آخری متعدد صدیاں پستی اور شکست خوردگی کے حالات رکھتی ہیں اور ان میں مسلمانوں کے لئے بڑا سبق ہے، ان میں ان کے بام عروج سے قعر زوال تک پہنچنے کی افسوسناک داستان ہے۔

اس کی مثالیں تاریخ میں واضح شکل میں ملتی ہیں، داعیانہ اور خیر خواہانہ طریقہ کار نے مسلمانوں کو جزیرۃ العرب کے محدود اور پسماندہ ماحول سے بڑھا کر صرف ایک صدی میں افغانستان سے مراکش تک حکمرانی کے درجہ تک پہنچا دیا تھا اور دنیا میں علم وتمدن کے ترقی یافتہ مقام پر وہ فائز رہے اور ان کا یہ سلسلہ صدیوں تک قائم رہا، پھر زندگی کی راحت پسندی اور زندگی کی بہتر کارگزاری سے بتدریج بے توجہی میں مبتلا ہونے سے اولاً ان کو اندلس سے نکلنا پڑا اور عرب کے عالمی مرکز بغداد کو تاتاریوں کے ہاتھوں شکست و تباہی سے گزرنا پڑا، اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس کی تلافی اس طرح تاتاری مسلمانوں کے صالح اور نیک شخصوں کو دیکھ کر خود سے اسلام کے ہم نوا بن کر پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوگئے، اسی طرح یورپ کے مغربی ومشرقی علاقوں میں مسلمانوں نے اپنی عزیمت اور ہمت سے سربلندی کا نمونہ پیش کیا، بعد میں اسپین میں ابتدائی زمانہ سے کمزوری اور خرابی پیدا ہونے پر وہاں سے نکلنا پڑا، لیکن اسی کے ساتھ وسط ایشیا کے بازنطینی مرکز طاقت استنبول کے مسلمانوں کو حاصل ہوجانے پر اس کی تلافی ہوئی اور برصغیر ہند میں مسلمانوں کو سرپرستی ملنے سے ہوئی اور اب گزشتہ صدیوں سے مسلمانوں کو پھر گراوٹ سے گزرنا پڑا۔

ان میں خود ان کی اپنی کوتاہیوں، غفلتوں اور بے عملیوں کی رنج دہ داستان ہے، جس سے مسلمانوں کو واقف ہونے کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے مستقبل کو درست کرنے اور اپنی کھوئی عظمت دوبارہ حاصل کرنے پر غور کرسکیں اور اس کی تلافی کی تدبیر صحیح لائنوں پر کرسکیں اور اس سلسلہ میں ان کو دشمنوں سے مقابلہ پڑے تو زندگی کے مختلف میدانوں کے حالات اور تقاضوں کے لحاظ سے مقابلہ کریں، البتہ اللہ کی نصرت کے حصول کے تقاضوں کو پورا کرنے کا پورا لحاظ رکھیں۔

اسلامی تاریخ کی بعد کی صدیوں میں مسلمان طاقتوں کے زوال کے اسباب کا سرسری جائزہ یہ بتاتا ہے کہ مسلمان دین حق رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مدد کے حصول کے تقاضوں پر صحیح عمل کرنے میں خیر امت کے اس مقام کو قائم رکھنے میں کوتاہی کا شکار ہوگئے جو "کنتم خیر امة اخرجت للناس" میں بیان کیا گیا ہے جس میں مسلمانوں کا اولین طریقہ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر بتایا گیا ہے، جس کو اختیار کرنے پر مخالف لوگ ان نیکی پسند افراد کی طرف سے انسانوں کی یہ بے غرض خیر خواہی اور خیر پسندی کو دیکھ کر ایسے متاثر ہوتے رہے ہیں کہ ان میں انقلابی تبدیلی آجاتی تھی، چنانچہ عہد اول کی قومیں

> مسلمان اپنی اسلامی زندگی کا اچھا نمونہ پیش کریں تو عمومی ذہن کا جو شخص بھی نمونہ کو دیکھے گا ضرور متاثر ہوگا، اس کی مثالیں دنیا کے مختلف ملکوں اور پڑھے لکھے افراد میں خواہ یورپ کے ہوں یا مشرقی ممالک کے ہوں، جگہ جگہ ظاہر ہورہی ہیں کہ جہاں قرآن وحدیث کی تعلیمات سے قریب سے واقف ہونے پر خاص تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہورہے ہیں

ان ہی اخلاق وصفات کی بنا پر اسلام میں داخل ہوئیں، پھر مرور زمانہ کے ساتھ جب ان افراد میں بھی دنیا طلبی اور عیش پسندی آئی تو ان کی وہ خوبی اور مقبولیت جاتی رہی جو ان کو حاصل ہوئی تھی اور جگہ جگہ ان کا اقتدار بھی ٹوٹا۔

اس سلسلہ میں ان کو کوتاہی اور گراوٹ کے تین احوال واسباب زیادہ سامنے آئے، ان میں ایک سبب رائج الوقت طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے جاہ واقتدار کے لئے آپس کی رسہ کشی، ریشہ دوانی، اپنے ذاتی مفاد کی خاطر دوسرے کو نیچا دکھانے اور شکست دینے کے لئے دشمن تک سے مدد لینا اور مسلم دشمن طاقتوں کو اپنے معمولی فائدے کے لئے بہت رعایت دینا رہا، دوسرا سبب دولت کو زیادہ تر شان وشوکت کے اظہار اور تعمیری مقاصد کے بجائے ناموری کے کاموں پر بے دریغ صرف کرنا، خواہ اس کے لئے اپنے حدود آمدنی سے نکل کر قرض کا سہارا لینا پڑے اور اس طرح قرض کے جال میں پھنستے چلے جانا رہا اور تیسرا سبب ملک وقوم کی زندگی کو ٹھوس عملی بنیادوں پر مضبوط بنانے اور معاشرہ کو صالح طریقہ پر ترقی دینے میں کوتاہی کرنا رہا، تعلیم سے بے اعتنائی بھی نقصان رساں رہی۔

مسلمان طاقتوں کو ایک زبردست نقصان اولاً وقت کے خطرات کو سمجھنے اور ان سے ہوشیار رہنے کی طرف بے توجہی اختیار کرنے سے بھی ہوا وہ غیروں کے وعدوں اور باتوں پر بھی بے سمجھے بوجھے اعتماد کرنے لگے، ان کی مخفی سازشوں سے تغافل برتنے کا شکار ہوئے جس کے نتیجہ میں عالم اسلام کے ممالک ظاہراً آزاد، لیکن حقیقت میں ذلیل کن تابعداری میں مبتلا ہونے لگے، گزشتہ تین صدیوں کی تاریخ کھلے طریقہ سے ہم کو یہ نقشہ دکھاتی ہے۔

یہی اسباب ہندوستان کے علاقوں میں مسلمانوں کے اقتدار سے بے دخل ہوجانے اور برطانوی استعمار کے پنجہ میں چلے جانے کے ہیں، ہندوستان میں اثر واقتدار حاصل کرلینے کے تحت وہ کئی صدیوں تک یہاں حکمراں رہے تھے، لیکن اپنے کو بہتر بنانے اور سب کے لئے ہمدردی اور انسانی سطح پر مفید اور خیر خواہ بننے میں کوتاہی، سہولت پسندی اور راحت میں مبتلا ہوتے گئے حتی کہ باہری اور اجنبی لوگوں نے ملک میں تجارت کے عنوان سے بتدریج اپنی طاقت بنالی اور ملک کے حاکموں کے درمیان آپسی اختلاف سے فائدہ اٹھاکر انگریزوں نے اپنی طاقت بڑھائی اور ایک ایک کرکے یہاں کی طاقتوں کو توڑ اور خرید لیا حتی کہ ان کا حال زار دیکھ کر کہنے والے کو کہنا پڑا:

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ ایماں، ننگ دیں، ننگ وطن

مسلمانوں کو اندلس میں زوال اسی انداز کا بتدریج طریقہ سے آتا گیا تھا، مسلمان اپنی متحدہ حکومت کے افراد کی آپس کی خود غرضی کے اثر سے دوست دشمن کی پہچان سے غافل ہوکر اپنا اقتدار کھوتے چلے گئے تھے، بالآخر ان کو اپنی جگہ بدلنی پڑی اور سابقہ عزت وغلبہ سے محرومی ہوئی، دوسرے علاقوں میں بھی مسلمانوں نے اپنی ان کوتاہیوں کو اپنایا اور نقصان اٹھایا، ان میں ترکستانی دنیا کی بھی مثال ہے کہ آپس کی کشمکش اور دشمن کے وعدوں اور ظاہری مدد وتعاون پر غیر معمولی اعتبار اور صحیح وسائل کے استعمال میں کوتاہی کے نتائج پیش آئے، ان کا وہاں ایک دور ایسا تھا کہ روسی نسل کے افراد ان کے شہروں میں خدمت گار کے طور پر ہوتے تھے اور بعد میں وہ دور آیا کہ روسی ان پر اصحاب اقتدار بنے، ترکی خلافت کی وسعت وعظمت کا بڑا دور رہا، پھر اقتصادی بے تدبیری اور قرض میں مسلسل اضافہ، پھر دشمن طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے بے توجہی اور ترقیات کی طرف سے بے اعتنائی انحطاط اور نقصان کا سبب بنی اور بالآخر عالم اسلام جو عثمانیوں کے وسیع اقتدار کی بنا پر بڑا اور وسیع حدود کا ہوگیا تھا، آپسی اختلاف سے دسیوں ٹکڑوں میں بٹ گیا اور جس کو دیکھ کر دانشمندوں کے ذریعہ یہ احساس ابھرنا شروع ہوا ہے کہ ہم پہلے دنیا کے قائد تھے اور اب حقیر اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے سامنے تابع اور ذلیل ہیں۔

یورپ مسلمانوں کے عروج وعظمت کی صدیوں میں پھیلے ہوئے عہد میں بہت پسماندہ تھا، اس کو خود یورپ والے ''تاریک عہد'' کا نام دیتے ہیں، پھر انہوں نے مسلمانوں کے علم وحکمت کو بخوبی اختیار کرنے کے اثرات دیکھ کر سبق لیا اور دنیاوی سطح پر بتدریج اسباب ترقی اختیار کئے، چنانچہ یورپ باوجود کفر ومذہب دشمنی کے ترقی کرتا چلا گیا، بالآخر یہ وقت آیا کہ ہم علم وحکمت کے صحیح اسباب سے لاپرواہی کے سبب باوجود حق پر ہونے اور علم وتمدن کی ترقیات کے اولین رہبر ہونے کے، شکست خوردہ اور پسماندہ ہیں اور یورپ دنیا کا سربراہ بنا ہوا ہے، اگرچہ یورپ میں ترقی وعروج کے حالات بھی گراوٹ کا اشارہ دے رہے ہیں اور قدرتی طور پر اب ایسے آثار ظاہر ہورہے ہیں کہ یورپ اپنی اندرونی اخلاقی پستیوں کے اثر سے اندرونی خرابیوں میں

مبتلا ہوتا جارہا ہے اور اس کے اثر سے اپنی برتری سے گرتا جارہا ہے، اس میں اب علمی وتمدنی طاقتوں کے باوجود اعلیٰ انسانی خوبی کو ہم آہنگ نہ رکھنے کی بنا پر زوال کا آغاز ہوگیا ہے، وہ اگر غور کرے تو اپنی ترقی کو برقرار رکھنے میں اس کے سامنے اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہیں جو مداوا بنے، لیکن وہ اسلام کی راہنمائی سے غافل ہے، جو ہم مسلمانوں کی داعیانہ کوتاہی کا ثبوت ہے، اس کا تعارف صحیح طور پر ابھی اس کے سامنے نہیں آسکا، اس کا تعارف کرانے والے مسلمان ہی ہوسکتے ہیں، لیکن وہ خود عظمت کے صحیح اسباب سے بہت غفلت کا شکار ہیں اور ان کو خود ہی اپنی عظمت رفتہ کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اولین ضرورت قرآن اور حدیث سے ملی ہوئی ہدایات کو اختیار کرتے ہوئے دانش مندانہ ومخلصانہ سعی وعمل اور علم وحکمت کے ذرائع اختیار کرنے کی ہے، اسی کے مطابق مستقبل میں سربلندی کی امیدیں قائم کی جاسکتی ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم کو اولاً عصر اول یعنی عصر نبوی کے طریقہ کار وترتیب عمل کو سامنے رکھنا بلکہ اس کی تقلید وپیروی کا نمونہ بنانا ہے، اس سلسلہ میں عہد اول میں جس جدوجہد کا آغاز ہوا، اس میں اولاً انفرادی اصلاح اور ایمانی قوت کو مضبوط بنانے کی طرف توجہ دی گئی اور اپنی اصلاح شدہ زندگی کو نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا اور دوسروں کو اس کی طرف متوجہ کیا گیا اور اس کو اختیار کرنے کی پُرامن طریقہ سے دعوت پر عمل ہوا اور اس سلسلہ میں بڑے صبر وبرداشت کا ثبوت دیا گیا، چنانچہ ان کے اس پر عمل کرنے سے بتدریج اہل ایمان کی مضبوط جماعت تیار ہوگئی جو دعوت الی الحق والخیر کا بڑا ذریعہ بنی، ان کو در حقیقت اس کام کے لئے مامور کیا گیا ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا: ”کنتم خیر امة اخرجت للناس“ اور اس راہ میں جو عداوتی ردعمل سامنے آیا اس کو برداشت کئے جانے پر کاربند ہوئے، اس کیفیت کے ساتھ تیرہ سال کی مدت گزاری گئی، یہ مدت انسانی نسل کی تربیتی مقصد کو بحسن وخوبی پورا کرتی ہے، انسانی عمر کے ابتدائی مرحلہ کے تیرہ سال انسان کو تربیت یافتہ وقوی العمل بنادینے کے لئے کافی ہوتے ہیں اور جب تربیت کا عمل پوری وسعت اور اخلاص کے ساتھ ہو تو پوری تربیت یافتہ جماعت تیار ہوجاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی یہ جماعت تیار کردی اور اس کو اس طرح جماعتی زندگی کے کام کے لائق بنادیا کہ آپ کی کوشش کے آغاز سے قبل عربوں کا مزاج وطبیعت ان کی پختہ عادتوں کی بنا پر اس وقت کے لوگوں کی مشکل ترین کیفیت تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کے آخری نبی نے وحی الٰہی کی ہدایات کے ذریعہ ان کو بالکل بدل دیا اور یہ کام اسلامی دعوت کے بنیادی مقصد کو اختیار کرنے کے تحت کیا گیا، اس کے ذریعہ اسلام کی خیر پسندی، انسانیت نوازی اور امن وسلامتی پوری آب وتاب کے ساتھ سامنے آئی، اس کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت ہر طرح کی تکلیف برداشت کی گئی اور جو حضرات تکلیف برداشت کرنے کے قابل نہ رہے اور انہوں نے اپنی نیک راہ نہیں بدلی، وہ وطن چھوڑ کر دوسرے ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، حالانکہ جزیرۃ العرب کے اس زمانہ میں عربوں کی حمیت اور خاندانی عصبیت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بقول شخصے وہ ناک پر مکھی بھی برداشت نہیں کرتے تھے اور فوراً مقابلہ جنگ کی صورت میں شروع کردیتے تھے، اسی صورت میں اس داعی جماعت کے افراد کے لئے صورت حال یقیناً صبر آزما اور پریشانی کی تھی، وہ بھی اب عزت نفس اور حمیت کے دینی جذبات رکھتے تھے، لہٰذا وہ اپنے بنے نظام حیات پر قائم رہتے ہوئے مخالف افراد کو کم سے کم شخصی طریقوں سے سزا دے سکتے تھے، اس طرح اپنے مخالفوں کو خطرہ میں ڈال کر ان کی دشمنی کو کم کرسکتے تھے، لیکن اس سے ان کا یہ عمل اسلام کا عمل سمجھا جاتا اور دین بدنام ہوجاتا اور اسلامی دعوت انسانیت نوازی اور امن وسلامتی کی دعوت نہ قرار پاتی، لہٰذا انہوں نے عظیم انسانی صبر وبرداشت سے کام لیا۔

چنانچہ مکہ مکرمہ کے دور قیام میں مسلمانوں کی طرف سے اسلام کی امن پسندی اور انسانی خیرخواہی کی صفت کو نمایاں انداز میں پیش کیا گیا اور مدینہ منورہ منتقل ہونے پر جماعتی دور شروع ہونے پر بھی اس امن پسندی اور انسانیت نوازی کا انداز قائم رکھا گیا بلکہ اس کو انسانیت کا اعلیٰ کردار کے لئے نمونہ کے طور پر دوسروں کے لئے لائق اختیار مثال بنایا، لیکن دوسروں کو انسانیت سوز طریقہ حیات اختیار کرکے بزور طاقت روکنے کو نظر انداز بھی نہیں کیا اور ایسی کسی قوم کو طاقت کے ہی زور سے روکا، لیکن اس میں نیت طلب اقتدار کے بجائے طلب رضائے الٰہی کی رکھی، رضائے الٰہی کی طلب کی نیت پر وہ جہاد کا عمل کہلایا، چنانچہ جب اہل مکہ نے جماعتی طاقت کے ذریعہ مسلح اقدام کا سلسلہ شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت ملی، کیونکہ دشمن کا جماعتی طاقت

کا استعمال اسلام کی نیک عملی اور اصلاح دینی کو ختم کر دینے کے نتیجہ تک پہنچ سکتا تھا، لہٰذا دشمنوں کی اس تدبیر کو اس کے بالکل مقابل طاقت سے توڑنا ضروری ہوا اور چونکہ یہ عمل اپنے نفس کے لئے نہیں، بلکہ انسانوں کے لئے خیر طلبی اور رضائے الٰہی کے لئے رکھا گیا، لہٰذا اس میں خیر رکھا گیا، یہ اہل حق کی سلامتی اور دعوت حق کی حفاظت کے لئے لازم تھا، چنانچہ مسلمانوں کو اجتماعی طاقت کا ذریعہ بصورت جنگ اختیار کرنا ہوا، اس طرح اسلام کا پیغام دعوت ضرورت پڑنے پر جہاد کے طریقہ پر بھی اختیار کیا گیا کہ جس میں افہام وتفہیم اور پُرامن طریقہ کار کو قائم رکھتے ہوئے بات جب عسکری ضرورت تک پہنچی تو طاقت کا مقابلہ طاقت سے رکھا گیا، ان دونوں ذریعوں کو ملا کر ایسا معاشرہ تیار کیا گیا جو انسانی قدروں، نیک عملی علم اور محنت کی طرف توجہ کے مزاج کا حامل بن گیا اور دیکھتے دیکھتے انسانیت کی سربراہی کرنے لگا اور اس نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے نمونہ قائم کر دیا، ان میں سب افراد نجی زندگی میں نیک اور پارسا اور جماعتی زندگی میں سب کی خیر طلبی اور رحمت کے حامل بنے۔

اسلام کے اس نظام سے قبل دنیا کی حکومتوں کا نظام بادشاہت اور مذہبی رہنمائی کے ساتھ مخلوط ہوتا تھا، بادشاہ اور دینی سربراہ دونوں مل کر قوم کو ذاتی مرضی پر چلاتے تھے، اس میں بڑا ظلم بھی ہوتا تھا اور قوم اپنے عمل میں بے اختیار ہوتی تھی، لہٰذا مذہبی بنیاد پر کوئی تبدیلی بادشاہ کی منظوری کے بغیر نہیں ہوتی تھی، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پڑوس کے حکمرانوں کو دعوت قبول حق دی اور اس میں جبر کا اصول نہیں اپنایا، دعوت کے قبول نہ کرنے کی صورت میں مصالحت کی بات رکھنے کا اصول رکھا اور اگر وہاں سے جواب طاقت سے دیئے جانے کا ملا تو طاقت جہاد اختیار کرنے کا اصول جاری کیا، اسی بنیاد پر یعنی انسانی عدل وانصاف کا لحاظ کرتے ہوئے جنگیں ہوئیں، مسلمانوں کے اختیار کردہ اس نظام کی بڑی خوبی یہ رہی تھی کہ اس میں دنیا کو دین کا تابع بناتے ہوئے حکمراں کو بھی آسمانی احکام کے تابع رکھا گیا اور دونوں کے لئے کارآمد اور علم وعمل کا ترقی یافتہ پہلو عمل میں لایا گیا تھا جو تاریخ انسانی کی ترقی کا اعلیٰ ترین عمل ثابت ہوا۔

لیکن کئی صدیوں کے بعد یورپ کے ملکوں میں مادی ترقی کے راہ پر گامزن ہونے کے بعد مذہب کی سرپرستی کا اصول ختم ہو کر فرد کی مطلق آزادی کا چلن اختیار کر لیا گیا، لہٰذا ان کے عوام سے خیالات کے بارے میں رابطہ آسان ہوا اور افہام وتفہیم زیادہ مفید ہوا اور اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیت مصداق بن گئی کہ: ”ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن“ موجودہ عہد میں چونکہ عام طور پر مذاہب کے معاملہ میں سیکولرزم طریقہ زیر عمل ہو گیا ہے اور ذرائع ابلاغ ترقی کر کے زیادہ مفید اور موثر ذریعہ بن گئے ہیں۔ لہٰذا انفرادی اصلاح حال اور دعوتی طریقہ کار کے لئے حالات زیادہ سازگار ہو گئے اور دین اسلامی کے عقائد و اعمال سے واقف کرانے کا زیادہ موقع بن گیا، لہٰذا اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے، لیکن اس کے لئے خود اپنے عمل کی خیر پسندی اور پختگی بھی ضروری ہے تاکہ نمونہ بھی سامنے آئے، عملی نمونہ اخلاق و سیرت کے اثر سے ہی عملی سیرت کی جماعت بنی۔

لہٰذا مسلمان اپنی اسلامی زندگی کا اچھا نمونہ پیش کریں تو عمومی ذہن کا جو شخص بھی نمونہ کو دیکھے گا ضرور متاثر ہوگا، اس کی مثالیں دنیا کے مختلف ملکوں اور پڑھے لکھے افراد میں خواہ یورپ کے ہوں یا مشرقی ممالک کے ہوں، جگہ جگہ ظاہر ہو رہی ہیں کہ جہاں قرآن وحدیث کی تعلیمات سے قریب سے واقف ہونے پر خاص تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ کے ساتھ اسلامی زندگی کا جو عملی پہلو ہے اس کو غیر مسلموں کے سامنے لایا جائے اور خود مسلمان جو اسلامی تہذیب اور اسلام کی تعلیمات کے حامل نہیں، ان کو بھی بتایا جائے اور ان کو انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر سمجھنے کا موقع میسر ہو اور ہم ایسا معاشرہ بھی تیار کریں جس کو دیکھ کر اسلام کو عمل میں لانے کے لائق سمجھا جاسکے اور اس کی طرف لوگ بخوشی مائل ہو سکیں۔

افسوس کی بات ہے کہ تاریخ کی مختلف صدیوں میں جب معاشرہ کا پورا نمونہ پیش کرنے میں مسلمان کوتاہ رہے، اس کی وجہ سے اسلامی دعوت کے اثرات ویسے ظاہر نہیں ہوئے جیسے ظاہر ہونے تھے انفرادی اچھی مثالیں تو ملتی ہیں، البتہ حکومتی سطح پر اور معاشرتی سطح پر کمی پیش آئی، چنانچہ اس کی وجہ سے امت اسلامیہ کو اول مرحلہ میں جو سربلندی حاصل ہوئی وہ بعد میں بھی ملتی لیکن بقدر کوتاہی اس کو زوال پیش آیا، جیسا کہ سابقہ صدیوں میں اندلس وعراق میں اور بعد میں ترکستان اور ہندوستان میں ظاہر ہوا، لہٰذا ضرورت ہے کہ اس کی طرف توجہ دی جائے۔

☆☆..............☆☆

قادیانیت کا اصل چہرہ

انا توصیف احمد، حیدر آباد

یہ ۲۰۰۵ء کی کہانی ہے، نوجوان جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے نعمت اور آسائش کی ہر چیز اس کے پاس موجود ہے۔ لا اُبالی پن، پیسے کی ریل پیل اور گھوڑوں کا شوق دور دراز کے اسفار پر مجبور کرتا ہے اس کا والد مسقط میں بسلسلہ کاروبار مقیم ہے۔ کم عمری میں عیاشی اور دین سے دوری کے نتیجے میں بالآخر نوجوان ایک ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں سے اس کا ایمان مسلوب ہو جاتا ہے اور ذلت و پستی کے گہرے کنویں میں جا گرتا ہے۔ اس نوجوان کا نام محمد انفال ہے راولپنڈی کے ضلع گوجر خان سے اس کا تعلق ہے یہ جوان چناب نگر میں موجود ''ربوہ'' قادیانیوں کے ہیڈ آفس میں جاتا ہے جہاں اسے جلی حروف میں کلمہ طیبہ مرقوم نظر آتا ہے، منتظمین سے سوال کرتا ہے کہ یہ تو وہی کلمہ ہے جو ہم پڑھتے ہیں جواباً طفل مکتب کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا دیگر مسلمانوں سے کوئی اختلاف نہیں وہاں موجود لائبریری میں تمام علماء کرام کے تراجم اور تفاسیر کا انبار محمد انفال کو دعوت فکر دے رہا تھا، عام فرقوں کی طرح ان کو بھی ایک فرقہ سمجھ کر ایک فارم پُر کر کے یہ واپس لوٹ آتا ہے۔

عرصہ دو سال تک اس کی کوئی خبر نہیں لی جاتی اسی اثناء میں جوان کی شادی ہو جاتی ہے شادی کے بعد چناب نگر سے کچھ لوگوں کا وفد اس سے ملنے آتا ہے۔

کے بعد آنے کا مقصد بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ایک فارم پُر کیا تھا جس کے مطابق آپ ''احمدی'' ہیں اور احمدیوں کا نکاح غیر احمدیوں سے نہیں ہو سکتا لہٰذا آپ کی شادی غیر مذہب میں ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے۔ نوجوان ان سے پوچھتا ہے کہ پہلے دن آپ لوگوں نے مجھے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں اور آج آپ غلام احمد قادیانی کی نبوت کی طرف بلا رہے ہیں یہ باتیں آپ نے مجھے پہلے دن کیوں نہیں بتائیں تاہم وفد ''خلیفہ خامس'' لندن کی طرف سے ایک کاغذ کا ٹکڑا فراہم کرتا ہے جس کے مطابق محمد انفال کو ''خلیفہ خامس'' کی بیعت کرنے پر سند جاری کی جاتی ہے گویا ایک قسم کا نعوذ باللہ ''صحابی اتھارٹی لیٹر'' سمجھ لیں اور برطانیہ ایمبیسی کی طرف سے ایک فارم پیش کر کے ''غیر احمدی'' بیوی کو طلاق دینے کی ترغیب دی جاتی ہے اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ آپ کے برطانیہ جانے میں آپ کی بیوی رکاوٹ ہے گویا تبدیلی مذہب کا پہلا گفٹ ''برطانیہ ویزہ'' پھانسنے کے طور پر سامنے آتا ہے، یہ سلسلہ جاری رہتا ہے نوجوان اپنی نیک سیرت بیوی کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتا، بچوں کی پیدائش پر برطانیہ سے ''نام'' آتے ہیں جن کے انتخاب کی صورت میں بچوں کی عمروں کے حساب سے ماہانہ وظیفے کی نوید بھی سنائی جاتی ہے، نوجوان اس کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور سنی ان سنی کر دیتا ہے اس سب کے باوجود ان کی تسلی کے لیے چناب نگر دوبارہ آنے کی حامی بھرتا ہے اور اس خیال سے کہ انڈر گراؤنڈ اگر میں ''احمدی'' بھی رہوں تو بعد میں مسلمان ہو جاؤں گا، لیکن بات لیک ہو جاتی ہے سسرالیوں میں لعن طعن کے ساتھ ساتھ عام لوگوں نے سوشل بائیکاٹ کر دیا جس کے باعث وہاں رہنا مشکل ہو گیا بیوی کو ''احمدی'' بنانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ ایک بار عورتوں کے ہمراہ اہلیہ کو بھی ''ربوہ'' بھیجا تا کہ صورتحال مزید واضح ہو، بیوی نے غلام احمد قادیانی کے کفر پر مزید مہر ثبت کرتے ہوئے خاوند کو ارادے سے باز آنے کی دعوت دے ڈالی اور خاوند کو اس دلدل سے نکلنے کی دعوت دیتی رہی نیک سیرت بیوی کا یہ کردار جلی حروف میں رقم ہوگا۔ اس سارے عرصے میں وہ وہ اپنی بیوی کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکا اس کے بعد محمد انفال راولپنڈی سے ہجرت کر کے حطار انڈسٹریل سٹیٹ میں آ جاتا ہے جہاں اسے شیزان فیکٹری میں ''فورمین'' کی ملازمت مل جاتی ہے فیکٹری میں موجود دیگر عملہ کے ساتھ ''جی ایم'' بھی احمدی ہوتا ہے جہاں نوکری کے جھانسے میں مزدوروں کی معاشی فلاح و بہبود کے ساتھ فکری بنیادوں پر بھی گاہے بگاہے حملے کیے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں بہت سے مسلمان نادانستہ طور پر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اس دورانیے میں محمد انفال نے ایک لاکھ روپیہ بطور فنڈ احمدیوں کو دیے، اس کے بقول یہ رقم ربوہ میں موجود ''جنت البقیع'' میں قطعہ ارضی کے حصول

میں خرچ کی جائے گی اور بعد از مرگ اس کی تجہیز وتکفین کے اخراجات اس میں سے پورے کیے جائیں گے۔ بیوی نے اس سلسلہ میں بھی خاوند کو بہت سمجھایا بالآخر والدین کی ناراضگی اور قریبی رشتہ داروں کا بائیکاٹ روز اسے گھائل کرتا ہے وہ اس دلدل سے نکلنے کے لئے بیتاب تھا ''احمدیوں'' کے مطابق وہ اپنے ماں باپ کا جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتا تھا اس بات کے صدمے سے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹنے کو تھے وہ کسی طور پر اخروی ناکامی کے ساتھ دنیوی ذلت برداشت کرنے کو تیار نہ تھا۔ اس نے ہتھیار پھینکنے کی ٹھان لی تھی اور دو ہفتے قبل جھوٹی نبوت کے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت سے دستبردار ہوکر آقائے دوجہاں سید الاولین و الآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لیتا ہے ہزار بار مبارکباد کے لائق محمد انفال کی خوش بختی کہ اس نے محسن کائنات کے دامن کو چھو لیا اپنی آخرت کو بچا کر دو ٹکے کی زندگی پر دو حرف بھیج دیئے قبول اسلام کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے محمد انفال کا کہنا تھا کہ میں اس دلدل سے نکل آیا ہوں لیکن بہت سے لوگ ''احمدیوں'' کے شکنجے میں اس طرح کسے ہوئے ہیں کہ ان کی واپسی کی راہیں مسدود ہیں۔ پیسے نوکری اور عورت کے جھانسے میں وہ لوگ بہت دور تک نکل چکے ہیں میری واپسی کی راہ اس لئے ہموار ہوئی کہ میں نے کبھی ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا ورنہ اس قعر ذلت سے نکلنا میرے روگ میں نہ ہوتا۔

اب ذکر ہالینڈ میں ہونے والے ممکنہ توہین آمیز خاکوں اور ان کی منسوخی کا جس میں امت مسلمہ کی بیداری، جرات، سوشل میڈیا خصوصاً حکومت پاکستان کے دوٹوک موقف اور وزیراعظم عمران خان کی سینٹ فلور کے علاوہ انفرادی کاوشیں قابل تحسین ہیں جس کے باعث مقابلہ منسوخ کیا گیا، اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کے لئے ہم دنیا کی کسی بھی طاقت کو للکار سکتے ہیں تاہم سب سے زیادہ خطرہ ہمیں قادیانیوں کے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں سے ہے جنہیں حکومت پاکستان کی قومی اسمبلی نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا، بعد میں اسمبلی ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے شعائر استعمال کرنے پر بھی پابندی عائد کی، اس سب کے باوجود یہ کھیل جاری ہے اور قادیانیوں کی اعلیٰ عہدوں تک رسائی کا عمل بھی جاری ہے، بقول ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ قادیانی اسلام اور پاکستان دونوں کے غدار ہیں، پاکستان تحریک انصاف کی حال ہی میں تشکیل پانے والی اقتصادی مشاورتی کمیٹی میں ایک نام عاطف میاں کا چل رہا ہے جن کے بارے میں شنید ہے کہ وہ قادیانی ہیں اگر ایسا ہو تو قادیانی اس ملک کے خیر خواہ نہیں ان کی اقتصادی کمیٹی تک رسائی قابل تشویش ہے، ایسے لوگوں کی تقرری سے گریز کیا جائے۔ وزیراعظم عمران خان نے جس طرح حساس مسئلہ کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے بروقت بیان جاری کیا اس سے مذہبی حلقوں میں ان کے قد کاٹھ میں اضافہ ہوا اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیں ہم امید کرتے ہیں وہ قادیانیوں کی اعلیٰ عہدوں تک رسائی روکنے میں بھی اپنا کردار ادا کریں گے۔☆☆☆

آج ملک بھر میں ''یوم تحفظ ختم نبوت'' مذہبی جوش وخروش سے منایا جائے گا

کراچی (پ ر) جو شخص رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار نہیں وہ ملک وملت کا بھی وفادار نہیں ہوسکتا۔ نئی حکومت قادیانیت نوازی میں سابقہ حکومت کی روش اختیار کرنے کی بجائے اکثریت کے جذبات کا خیال رکھے۔ قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا نبی اور مصلح مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی راہ اختیار کی اور اسلام کے متوازی دین کی بنیاد رکھی۔ آج پورے ملک کے علماء کرام، خطباء وائمہ مساجد اپنے جمعۃ المبارک کے بیانات میں عقیدۂ ختم نبوت کی فضیلت واہمیت بیان کریں۔ ۷ر ستمبر کے تاریخ ساز فیصلہ کی مناسبت سے بھرپور ''یوم تحفظ ختم نبوت'' مناتے ہوئے پُرامن جلسے، جلوس، سیمینارز اور ریلیوں کا اہتمام کریں اور عوام خصوصاً نوجوان نسل کو عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانی گمراہ کن عقائد ونظریات سے آگاہ کریں۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی، مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد ودیگر نے ''یوم تحفظ ختم نبوت'' کے حوالے سے اپنے پیغام میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن مسلمانان عالم کے لئے نہایت خوشی ومسرت کا دن تھا، جس دن پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اس فیصلہ کو آئین وقانون کا حصہ بنادیا۔ انہوں نے کہا کہ تقسیم ہند سے لے کر اب تک قادیانیوں نے پاکستان کو جو نقصان پہنچایا وہ ریکارڈ پر ہے۔ یوں تو پاکستانی عوام نے بیسیوں غیر مسلموں کو حکومتی مناصب پر قبول کیا ہے، مگر قادیانیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ آئین پاکستان کی رو سے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے وہ آئین پاکستان کے باغی ہیں اور باغیوں کو کسی بھی ملک کا قانون برداشت نہیں کرتا چہ جائیکہ اس کو کوئی کلیدی عہدہ دیا جائے۔ لہٰذا ان سے مسلمان خیر خواہی کی توقع کس طرح کرسکتے ہیں؟ علماء کرام نے عوام الناس سے اپیل کی ہے کہ آج کے دن عقیدۂ ختم نبوت سے اپنی لازوال وابستگی اور منکرین ختم نبوت سے بیزاری کا عہد تازہ کرنے کے لئے ''تحفظ ختم نبوت'' پروگراموں میں بھرپور شرکت کریں۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

تبلیغی اسفار

جامعہ خالد بن ولیدؓ میں حاضری: جامعہ کے بانی ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے شاگرد رشید اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ ہیں، وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں حاضری ہوتی رہتی ہے۔ جمعۃ المبارک سے فارغ ہوکر خانیوال وہاڑی اضلاع کے مبلغ مولانا عبدالستار گورمانی کی معیت میں عازمِ وہاڑی ہوا۔ مولانا گورمانی خانیوال جانے کے لئے کچا کھوہ اتر گئے اور ہم کچا کھوہ کے راستے وہاڑی کے لئے عازمِ سفر ہوتے، کچا کھوہ کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے ہمارے مبلغ مولانا زرین احمد خان تھے بہت یاد آئے، کیونکہ وہ ۴۵ سال تک جماعت کے مبلغ رہے۔ ابتدائی زمانہ میں سائیکل پر منیاری کا سامان رکھ کر پھیری لگاتے۔ شاہ جیؒ کے حکم پر منیاری کا سلسلہ چھوڑ کر دعوت وتبلیغ کے میدان میں مجلس کے مبلغ بن گئے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک کے زمانہ میں خانیوال اور وہاڑی کے اضلاع میں بہت کام کیا، گرفتار ہوئے اور نو ماہ تک سنت یوسفی پر عمل پیرا رہے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اللہ پاک نے ان جیسے بزرگوں کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمایا اور قادیانی قانونی طور پر ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ یہ دن ان کے لئے عید کا سماں رکھتا تھا، ہر ماہ کے آخر میں دفتر تشریف لاتے۔ حساب کتاب کرکے اور شاداں و فرحاں واپس تشریف لے جاتے۔ وفات سے ایک روز پہلے دفتر میں تشریف لائے، حساب کتاب کیا، لین دین بے باک کیا، واپس کچا کھوہ اپنے چک میں تشریف لے گئے۔ تھکاوٹ کی وجہ سے بخار ہوگیا، جو جان لیوا ثابت ہوا یوں آپ نے ۷ رمئی ۳ء جانِ آفرین کے سپرد کی۔ اللہ پاک ان کی مساعی جمیلہ کو بارگاہ میں قبول فرمائیں، بات لمبی ہوگئی۔ کچا کھوہ سے وہاڑی کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔

عصر کی نماز جامعہ خالد بن ولیدؓ کی مسجد میں ادا کی اور شیخ الجامعہ مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ سے ملاقات ہوئی، موصوف ملک کے نامور دینی تعلیمی ادارہ کے بانی ومہتمم ہیں۔ کھلی، ڈلی طبیعت کے مالک ہیں، جس چیز کو حق سمجھتے ہیں بلاتکلف فرمادیتے ہیں۔ وسیع اور زرخیز دماغ کے مالک ہیں۔ ہمارارات کا قیام وآرام بھی جامعہ اور حضرت مولانا کی درس گاہ میں رہا۔

اگلے دن صبح ۱۱ راگست کو حضرت مولانا سے اجازت لے کر عازمِ کہروڑ پکا ہوئے۔ راقم کے برخوردار، مولانا قاری ابوبکر صدیق سلمہ نے بتلایا کہ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے ایک فاضل ہیں جو میلسی میں باب العلوم کے نام سے ادارہ بنائے ہوئے ہیں دس منٹ ان کے ادارہ میں حاضری دیں۔ مولانا صوفی عبدالرحیم حفظہ اللہ ہمارے باب العلوم کہروڑ پکا کے تعلیمی دور کے ساتھی ہیں، کہروڑ پکا روڈ اشرف شاہ ریلوے پھاٹک سے متصل جامعہ خدیجۃ الکبریٰ کے نام سے بنات کا ابتدائی تعلیمی ادارہ بنائے ہوئے ہیں اور مدرسہ اشرف العلوم کے نام سے بچوں کی حفظ وناظرہ کی درس گاہ بھی۔ چند منٹ صوفی صاحب کے مدرسہ میں بھی حاضری دی۔

جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا: جس کے بانی مولانا مفتی عبدالرحمٰن تھے جو جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور اقتدار میں سندھ گئے اور ان دنوں سندھ سندھی، پنجابی لسانی فسادات کی زد میں تھا۔ ان کا پتہ نہ چل سکا اور ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ بھی دارالعلوم کبیروالا کو چھوڑنے کا ارادہ فرماچکے تھے۔ تو باب العلوم کی کمیٹی کے کچھ افراد استاذ جی کی خدمت میں تشریف لے گئے اور باب العلوم سنبھالنے کی پیشکش کی۔ استاذ جی نے فرمایا کہ میں آنے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ کمیٹی مدرسہ کے اندرونی نظم ونسق میں مداخلت کی مجاز نہ ہوگی کہروڑ پکا کے عمائدین نے استاذ جی کی شرط کو قبول فرمایا اور مدرسہ باب العلوم شیخ غلام محمد عباس مدظلہ کے اہتمام اور استاذ جی کے انتظام میں شروع ہوا۔ ان دنوں نہ کوئی عمارت تھی اور نہ بجلی، پانی، سوئی گیس کچھ بھی نہ تھا، استاذ جی کہروڑ پکا تشریف لائے تو باب العلوم میں داخلہ لیا۔ اللہ پاک نے استاذ جی کی نیم شبانہ دعاؤں اور دیگر اساتذہ کرام کی محنت سے باب العلوم کو چار چاند لگادیئے، آج باب العلوم ملک کے چند گنے چنے جامعات میں شمار ہوتا ہے۔ استاذ جی نے باب العلوم سے کچھ لیا

کیں بلکہ دیا ہے۔ استاذ جی کی مشکوٰۃ شریف کا ضبق پنجاب میں مقبول ومعروف تھا۔ راقم نے بھی باب العلوم میں ۱۹۷۵ء میں مشکوٰۃ شریف والی کلاس میں داخلہ لیا اور دورہ حدیث شریف بھی اگلے سال ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء باب العلوم سے کیا۔ باب العلوم راقم کا مادرِ علمی ہے۔ اس مادر علمی اور استاذ جیؒ کی قبر مبارک پر حاضری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم، استاذ محترم حضرت مولانا حبیب احمد شیخ اور دیگر اساتذہ کرام سے ملاقات کی نیت سے حاضری دی اور قیلولہ جامعہ میں استاذ جی رحمہ اللہ کے کمرہ میں کیا۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور، مولانا قاری محمد احمد بہاولپوری، مولانا حبیب الرحمٰن کے ساتھ چائے کا دور چلا اور بہاولپور کے لئے روانہ ہوئے۔

ختم نبوت کانفرنس بہاول پور: بہاول پور مجلس کا قدیمی مرکز ہے۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے جب بہاول پور میں غلہ منڈی کا قیام عمل میں لایا جارہا تھا۔ غلہ منڈی میں مجلس کے لئے پلاٹ خریدنے کا پروگرام بنایا، چونکہ کمرشل ایریا میں کسی دینی ادارہ کو پلاٹ ملنا مشکل ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے نام سے درخواست دی۔ منظور ہوئی جونہی پلاٹ منظور ہوا، حضرت والا نے اولیں وہلہ میں پلاٹ مجلس کے وقف کردیا اور اس وقف نامہ میں لکھا: ”یہ پلاٹ مجلس کے پیسوں سے خریدا گیا۔ قانونی مجبوری کے تحت میں نے اپنے نام کرایا۔ اب یہ پلاٹ مجلس کے نام وقف کرتا ہوں، میری اولاد کا اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ ہوگا۔“ چنانچہ اس وقت مجلس کے مقامی امیر حکیم محمد ابراہیم جالندھریؒ تھے۔ انہوں نے اپنی نگرانی میں پورے پلاٹ پر دکان اور ان کے اوپر دو مکان بنوائے۔ غالباً ۱۹۵۶ء میں اس کی تعمیر ہوئی۔ چھت پر لینٹر نہیں بلکہ گاڈروں پر بھالے رکھے ہوئے ہیں۔ راقم بھی تقریباً دس سال اس عمارت میں رہا۔ الحمدللہ! کوئی ایک بھالا کہیں سے متاثر نہیں ہوا۔

حکیم محمد ابراہیمؒ کی وفات کے بعد مجلس کی امارت الحاج محمد ذکراللہ کوملی اور حاجی صاحب موصوف عرصہ دراز تک مجلس کے امیر رہے۔ جب حاجی صاحب کمزور ہوگئے تو حاجی سیف الرحمٰن مدظلہ امیر چنے گئے اور حاجی عمر دینؒ نائب امیر پروفیسر محمد علیم زید مجدہ، ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ حاجی علم دین انصاریؒ، جناب عبدالرحمٰن، علامہ محمد ریاض چغتائی سمیت کئی ایک حضرات اس کے خدام اور عہدیدار رہے اور ہر سال ختم نبوت کانفرنس منعقد کراتے رہے، جس میں ملک بھر کی دینی قیادت شریک ہوتی اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت، قادیانیوں کی سنگینی سے متعلق اسلامیان بہاول پور کو آئندہ کا لائحہ عمل دیا جاتا۔ راقم کے بعد مولانا محمد اسحاق ساقی زید مجدہ یہ کانفرنس منعقد کراتے چلے آرہے ہیں۔ امسال یہ کانفرنس ۱۱ر اگست کو عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد الصادق کے وسیع وعریض صحن میں منعقد ہوئی۔ صدارت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن نے کی۔ تلاوت جامع مسجد صدیق اکبرؓ (مچھی ہٹہ) کے امام وخطیب القاری المقری مولانا قاری محمد اقبال سلمہ نے کی۔ نعتیہ کلام سرائیکی زبان کے معروف نعت خواں ملک حضور احمد عنصر اور ملتان سے تشریف لائے ہوئے خوش الحان نعت خواں جناب امام الدین نے پیش کیا۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا خبیب سلمہ مبلغ ٹوبہ ٹیک سنگھ نے انجام دیئے۔ کانفرنس سے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم، حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا عبدالکریم ندیم خان پور اور راقم الحروف نے خطاب کیا۔ مقررین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ہالینڈ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکوں کے خلاف گورنمنٹ، ہالینڈ گورنمنٹ سے احتجاج کرے، بصورت دیگر ہالینڈ سے سفارتی اور اقتصادی تعلقات منقطع کئے جائیں۔ مقررین نے کہا کہ مختلف این جی اوز کے تحت چلنے والے تعلیمی اداروں میں قادیانیوں کی تصنیف کردہ کتب ایک منصوبہ کے تحت داخل کی گئی ہیں، تعلیمی ادارے نئی نسل کا ایمان خراب نہ کریں۔ بصورت دیگر ہم احتجاج کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ کانفرنس رات گئے تک جاری رہی۔

☆☆..................☆☆

وقتِ نزع کی حالت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت کعب احبارؓ سے پوچھا کہ ذرا موت کے بارے میں بتلایئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین! اسے یوں سمجھئے کہ کوئی انتہائی کانٹے دار ٹہنی آدمی کے پیٹ میں ڈال دی جائے اور اس کے کانٹے ہر ہر رگ اور جوڑ میں پھنس جائیں اور پھر کوئی نہایت طاقتور آدمی اس ٹہنی کو پکڑ کر سختی سے کھینچ لے تو اس عمل سے جتنی تکلیف ہوگی، اس سے کہیں زیادہ تکلیف موت کے وقت ہوتی ہے۔ (شرح الصدور،ص:۶۴)

۷؍ستمبر یوم ختم نبوت ریلی، نورنگ

مولانا محمد ابراہیم ادہمی

۷؍ستمبر کو پاکستان سمیت پوری دنیا میں مذہبی جوش وجذبے سے عاشقان ختم نبوت ہر سال مناتے ہیں کیونکہ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ قرار داد کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو کافر غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا تھا۔ ملک کے دیگر علاقوں کی طرح ضلع لکی مروت میں بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے منتظمین ۷؍ستمبر کو یوم تشکر کے طور پر مناتے ہیں اور ۷؍ستمبر کو سرائے نورنگ میں عظیم الشان ریلی نکالی جاتی ہے اور ریلی کو کامیاب کرنے کے لئے روزانہ کی بنیاد پر پروگرامز منعقد کرتے ہیں، اس دفعہ بھی تقریباً ۸۰ پروگرامز منعقد ہوئے تھے، ۷؍ستمبر کو ضلع لکی مروت کی تمام جامع مساجد کے خطباء عظام، علماء کرام اور ائمہ مساجد نے ختم نبوت کے موضوع پر مفصل بیانات کئے، نماز جمعہ کے بعد ۳ بجے جامع مسجد میناری نورنگ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت کے زیر اہتمام یوم تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے ایک عظیم الشان ریلی نکالی گئی، جس کی قیادت ضلعی امیر حاجی امیر صالح خان صاحب، ضلعی سرپرست شیخ الحدیث مولانا حسین احمد صاحب، ضلعی ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرحیم صاحب، ضلعی ناظم مفتی ضیاء اللہ صاحب، ناظم مالیات مولانا محمد ابراہیم ادہمی، ناظم تبلیغ مولانا محمد طیب طوفانی صاحب، ناظم دفتر مولانا عمر خان صاحب اور ناظم اطلاعات صاحبزادہ امین اللہ جان نے کی جبکہ اس موقع پر جے یو آئی کے سابق ضلعی جنرل سیکرٹری مولانا بشیر احمد حقانی صاحب، جے یو آئی تحصیل نورنگ کے جنرل سیکرٹری مولانا سفیر اللہ صاحب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں کے امیر مفتی عظمت اللہ صاحب، پیر طریقت مولانا قاری امام یوسف صاحب، مولانا عبدالحمید صاحب، مولانا گل رئیس خان، مولانا شبیر احمد، حافظ ظہور احمد، تحصیل ناظم نورنگ مولانا اعزاز اللہ صاحب، مولانا عجب نور حیدر صاحب، مولانا عبدالصبور نقشبندی صاحب، مولانا عبدالمجید فاروقی صاحب، مفتی رضوان اللہ صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب، قاری سیف الرحمٰن صاحب، مولانا محمد سبحان صاحب، مفتی احسان اللہ انقلابی صاحب، مولانا محمد امجد طوفانی، کونسلر ماجد حسین، اور سعید الرحمٰن خٹک سمیت بڑی تعداد میں اسکول کالجوں و دینی مدارس کے طلباء، علماء، خطباء، ائمہ مساجد، معززین علاقہ اور شہری موجود تھے یوم تشکر ریلی پاسبان پلازہ سے شروع ہوئی جو کہ بازار کی مختلف گزرگاہوں سے ہوتی ہوئی ختم نبوت چوک کے مقام پر جلسے کی صورت اختیار کرگئی جہاں پر مقررین نے اپنے خطاب میں کہا کہ ۷؍ستمبر ایک عظیم الشان اور تاریخ ساز دن ہے کیونکہ اس روز پاکستان کی پارلیمنٹ نے اُمت مسلمہ کا دیرینہ مطالبہ پورا کرتے ہوئے متفقہ قرارداد کے ذریعے قادیانیوں اور مرزائیوں کو قیامت کی صبح تک کافر اور غیر مسلم قرار دیا، اس عظیم فیصلے پر ہم اُس وقت کے وزیر اعظم شہید ذوالفقار علی بھٹو، قائد حزب اختلاف وقائد جمعیت مفتی محمودؒ، مفکر ختم نبوت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، پروفیسر غفور اور خان عبدالولی خان سمیت تمام اراکین پارلیمنٹ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں انہوں نے مزید کہا کہ جن اکابرین بالخصوص امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، شیخ الحدیث مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ، خواجہ خواجگان مولانا خان محمدؒ اور مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ سمیت محافظین ختم نبوت اسیران ختم نبوت، شہداء ختم نبوت اور کارکنان ختم نبوت کی قربانیوں کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں انہوں نے مطالبہ کیا کہ جس طرح ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے دلیرانہ فیصلہ سنایا تھا، ٹھیک اسی طرح اسپیکر قومی اسمبلی اسد قیصر اور چیئرمین سینیٹ صادق سنجرانی کو چاہئے کہ ۷؍ستمبر کا دن سرکاری طور پر منایا جائے مقررین نے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اور پاکستان بنانے کا مطلب یہی تھا کہ یہاں پر قرآن وسنت کا قانون ہوگا اور تمام اہم اور کلیدی عہدوں پر مسلمان فائز ہوں گے لیکن

افسوس کا مقام ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر اب تک اہم اور کلیدی عہدوں پر قادیانی براجمان ہیں جو کہ ایک اسلامی ملک کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے اور یہی قادیانی پاکستان کے اہم راز اور منصوبے دشمن کو با آسانی دے سکتے ہیں انہی قادیانیوں کے بارے میں مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ قادیانی اسلام اور ملک کے دشمن ہیں لہٰذا پاکستان کا اسلامی آئین کسی بھی قادیانی کو اہم عہدوں پر نامزد کرنے کی اجازت نہیں دیتا اُنہوں نے انتہائی غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وفاقی وزیر تعلیم شفقت محمود جو کہ ختم نبوت کے مسئلے کے ترمیم میں ملوث تھے اور یہ بات عدالت میں بھی ثابت ہوچکی ہے کو وفاقی کابینہ سے برطرف کر کے وزارت تعلیم جیسے اہم محکمہ اُن سے واپس لیا جائے اور مرکزی حکومت اپنے وزیر اطلاعات کی زبان کو بھی لگام دے، کیونکہ وہ قادیانیوں جو کہ رسول اللہ کے دشمن ہے کی وکالت کر رہے ہیں۔ مقررین کا مزید کہنا تھا کہ ہالینڈ اور دیگر ممالک میں آئے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخانہ خاکے شائع کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کی مذہبی جذبات مجروح ہو رہے ہیں مغربی ممالک انتہا پسندانہ رویہ ترک کر دیں اسلامی ممالک بیک زبان ہو کر اقوام متحدہ اور عالمی عدالت میں ان ممالک کے خلاف مقدمہ درج کرائیں۔

یوم تشکر ریلی کی جھلکیاں اور خاص خاص باتیں:

یوم تشکر ریلی پاسبان پلازہ نورنگ سے شروع ہوئی جو کہ بازار کی مختلف شاہراہوں پر سے گزری اور ختم نبوت چوک کے مقام پر جلسے کی صورت اختیار کر گئی‘ مختلف علاقوں سے لوگ قافلوں کی شکل میں جامع مسجد منیاری پہنچے‘ ریلی سہ پہر تین بجے شروع ہوئی‘ شرکاء ریلی نے ختم نبوت زندہ باد اور پاکستان پائندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے‘ ریلی میں ہزاروں کی تعداد تقریباً ۱۵ ہزار میں اسکول، کالج اور دینی مدارس کے طلباء سمیت علماء، خطباء اور معززین علاقہ نے شرکت کی‘ ریلی کی سب سے خاص بات یہ تھی کہ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کے مقامی قائدین اور کارکن ایک آواز ہو کر شریک ہوگئے‘ ریلی میں سیکورٹی کے فرائض مقامی پولیس کے ساتھ جے یو آئی کی ذیلی تنظیم انصار الاسلام کے رضا کاروں نے مولانا گل فراز شاکر کی نگرانی میں انجام دیئے‘ ریلی کو کامیاب اور تاریخ ساز بنانے کے لئے تقریباً ایک ماہ قبل تیاریاں شروع کی گئی تھیں اور اس حوالے سے مختلف علاقوں میں ۸۰ چھوٹے بڑے پروگرامات کا انعقاد ہو چکا تھا‘ ریلی میں صحافیوں نے بھر پور انداز میں شرکت کی۔ ۷؍ستمبر صبح ساڑھے چھ بجے یونین کونسل ترخیل میں ریلی نکالی گئی، جبکہ ۵ بجے یونین کونسل احمد خیل اور یونین کونسل عیسیٰ خیل میں بھی ریلی نکالی گئی۔ اسی طرح نماز عشاء کے بعد یونین کونسل پہاڑ خیل میں نماز عشاء کے بعد جلسہ عام منعقد کیا تھا اللہ تعالیٰ تمام ساتھیوں کی محنت کو قبول فرمائیں۔ آمین۔

ختم نبوت یوم تشکر ریلی کی قراردادیں:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت کی ضلعی ناظم مفتی ضیاء اللہ صاحب نے درجہ ذیل قراردادیں پیش کیں۔

۱:... آج ۷؍ستمبر کے اس عظیم الشان ختم نبوت ریلی کی وساطت سے ہم اکابرین ختم نبوت، شہیدائے ختم نبوت، مجاہدین ختم نبوت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ان کی روح سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ان کا مشن پائیہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

۲:... یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وفاقی وزیر تعلیم شفقت محمود جو کہ ختم نبوت کے مسئلے کی ترمیم میں ملوث تھے اور یہ بات عدالت میں ثابت بھی ہوچکی ہیں کو وفاقی کابینہ سے برطرف کر کے وزارت تعلیم جیسے اہم محکمہ اُن سے واپس لیا جائے۔

۳:... قادیانیوں کو تمام کلیدی عہدوں سے فوری طور پر ہٹایا جائے۔

۴:... حکومت وقت ناموس رسالت کے قوانین میں ترامیم سے باز رہے اور اس قانون کے تحت جن مجرموں پر جرم ثابت ہو کر سزائیں سنائی گئی ہیں اس پر فوری طور پر عمل درآمد یقینی بنایا جائے۔

۵:... آسیہ مسیح سمیت تمام گستاخوں کو فوری طور پر سزائے موت دی جائے۔

۶:... مسلم ٹی وی ون اور مسلم ٹی وی ٹو سمیت تمام قادیانی چینلز اخبارات وجرائد کو فوری طور پر بند کیا جائے، یہ اجتماع عوام الناس سے مطالبہ کرتا ہے کہ قادیانی مصنوعات (ذائقہ بناسپتی، شاہ تاج چینی، پنجاب آئل ملز، راجہ سوپ، کیوریٹو میڈیسن، یونیورسل اسٹیبلائزر) سمیت تمام قادیانی اداروں کا بائیکاٹ کیا جائے۔☆☆☆

بقیہ: اداریہ

پر تبصرہ کرتے ہوئے اس طرف اشارات کئے ہیں۔ روزنامہ آزاد لاہور ۳؍مارچ کے مطابق جناب نورخان نے مشرقی پاکستان کے ساتھ ناانصافیوں کا ذمہ دار نوکر شاہی خصوصاً ایم ایم احمد کو قرار دیا اور الزام لگایا کہ موصوف صدر مملکت کو غلط مشورے دے کر ملک کے دونوں حصوں کے درمیان اختلافات کی خلیج کو وسیع کر رہے ہیں۔ جناب نورخان نے یہ بھی بتایا کہ موجودہ سیاسی بحران بپا کرنے کے لئے مسٹر ایم ایم احمد اور ان کے ساتھی افسروں نے اور بھی خفیہ سازشیں کی ہیں۔“

پھر ایک قادیانی سفارت کار مسٹر منصور احمد کا یہ کردار بھی پیش نظر رہے کہ جب جنیوا انسانی حقوق کمیشن میں حکومت پاکستان کے خلاف قادیانیوں نے اپنے مبینہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے حوالہ سے درخواست دائر کی تو جنیوا میں پاکستان کا سفیر ہونے کے ناتے سے مسٹر منصور احمد حکومت پاکستان کو اعتماد میں لئے بغیر قادیانی ہوتے ہوئے بھی پاکستان کے نمائندہ کے طور پر پیش ہوئے اور قادیانیوں کی درخواست کے حق میں فیصلہ دلوایا جو ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔

یہ چند مثالیں ہیں جو ریکارڈ پر ہیں اور قادیانیوں کے بارے میں مسلمانوں کی بے اعتمادی کے بنیادی اسباب پر شواہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ورنہ جس ملک میں جوگندر ناتھ منڈل، جسٹس اے آر کارنیلیس، جسٹس دراب پٹیل، فادر روفن جولیس اور ان جیسی درجنوں غیر مسلم شخصیات کو حکومتی مناصب پر قبول کیا گیا ہے، وہاں دو چار قادیانیوں کے آ جانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن اصل بات یہ نہیں، بلکہ اس کی اصل وجہ وہ ہے جو جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے آخری ایام میں اپنے جیل کے نگران کرنل محمد رفیع سے کہی تھی اور جو ان کی یادداشتوں میں چھپ چکی ہے کہ قادیانی حضرات پاکستان میں وہ پوزیشن حاصل کرنے کی تگ ودو میں مسلسل مصروف ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے کہ ملک کا کوئی فیصلہ ان کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور کوئی پالیسی ان کی منشا سے ہٹ کر طے نہ پا سکے۔

ہم وزیراعظم عمران خان اور ان کے رفقاء سے یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ وہ اسے صرف مذہبی جذباتیت کے حوالہ سے نہیں بلکہ پاکستان کے مفاد میں زمینی حقائق کی بنیاد پر دیکھیں اور پاکستانی قوم کے اجتماعی فیصلے اور جذبات کا احترام کرتے ہوئے مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ کے ان مضامین کا بھی ایک بار ضرور مطالعہ کر لیں، جن میں قادیانیت کو یہودیت کا چربہ اور قادیانیوں کو اسلام اور ملک دونوں کا غدار کہا گیا ہے۔ (روزنامہ اسلام لاہور، ۴؍ستمبر ۲۰۱۸ء)

بقول ان کے خلیفہ صاحب کے قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ: ”ملکی سیاست میں خلیفہ وقت سے بہتر اور کوئی راہنمائی نہیں کر سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے۔“ (الفضل، ۲۵؍دسمبر ۱۹۳۲ء) ہر قادیانی ہر معاملے میں اپنے خلیفہ وقت کا حکم پہلے مانتا ہے، بعد میں وہ کسی اور کی سنتا ہے، اس پر کئی شواہد موجود ہیں۔ جن میں سے چند شواہد کی طرف اوپر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس خطرے کے پیش نظر ہمیں اندیشہ تھا کہ ”عاطف میاں“ مرتد اور قادیانی جو کہ قادیانیوں کے موجودہ مرزا مسرور احمد قادیانی کا مالی مشیر اور جنوبی افریقا میں قادیانی مشن کا سربراہ ہے۔ یہ پاکستان کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے مشورے دے گا یا اپنے پیشرو قادیانیوں کی طرح اپنے خلیفہ سے ہدایات لے کر پاکستان کے لئے مشکلات کھڑی کرے گا؟ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوگئی کہ اس کا نام ہٹانے کے بعد دو اور اراکین عاصم اعجاز اور عمران رسول نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”بلی تھیلے سے باہر آ گئی“ یعنی یہ پوری ٹیم ایک منصوبہ کے ساتھ اس میں گھسائی گئی تھی، جب ان کو اس منصوبہ میں ناکامی نظر آنے لگی تو انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

فرما گئے یہ ہادی تاجدارِ ختمِ نبوۃ زندہ باد لا نبی بعدی

بمقام **مُسلِم کالونی چناب نگر**

بتاریخ **25 26 اکتوبر 2018** بروز جمعرات جمعۃ المبارک

37 ویں 2 روزہ سالانہ عظیم الشان

ختمِ نبوّۃ کانفرنس

بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب
مخدوم العلماء عظیم مذہبی اسکالر

حافظ حضرت مولانا **محمد ناصر الدین خان خاکوانی** صاحب
پیرِ طریقت رہبرِ شریعت ولی کامل

صاحبزادہ پیرِ طریقت مخدوم العلماء حضرت مولانا **خواجہ عزیز احمد** صاحب
ولی ابن ولی

عنوانات

- توحید باری تعالیٰ
- عقیدۂ ختمِ نبوت
- سیرتِ خاتم الانبیاء ﷺ اور ظہورِ امام مہدی
- حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
- عظمتِ صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم
- اتحادِ امتِ محمدیہ
- پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی حدود کا تحفظ

جیسے اہم موضوعات پر علمائے کرام مشائخ، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

شعبہ نشر و اشاعت **عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ** چناب نگر ضلع چنیوٹ

ملتان 061-4783486
چناب نگر 047-6212611

ادارۃ الخطوط گوجرانوالہ 0300-6411525 0302-6619540